ماہنامہ

انصار اللہ

ہر دم فلک شہادتِ صدقم ہمے دہد　　زینم کدامِ غم کہ زمیں گشت مُنکرم
واللہ کہ ہمچو کشتیٔ نوحم زِ کِردگار　　بے دولت آنکہ دُور بماند زِ لنگرم!

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد۳)

(ترجمہ) آسمان ہر وقت میری سچائی کی گواہی دیتا ہے تو پھر مجھے اس بات کا کیا غم کہ اہل زمین میرا انکار کرتے ہیں۔ بخدا میں اپنے پروردگار کی طرف سے نوح کی کشتی ہوں اور وہ خالی دامن ہے جو میرے لنگر سے دور ہے۔

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

جون ۲۰۰۴ء

تکمیل اشاعت ہدایت

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''.......... تکمیل ہدایت کا زمانہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا پہلا زمانہ تھا اور تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ آپؐ کا دوسرا زمانہ ہے، جبکہ اٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ (الجمعة:۴) کا وقت آنے والا ہے۔ اور وہ وقت اب ہے یعنی میرا زمانہ یعنی مسیح موعود کا زمانہ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کے زمانوں کو بھی اس طرح پر ملایا ہے اور یہ بھی عظیم الشان جمع ہے اور پھر یہ بھی وعدہ ہے کہ سارے ادیان کو جمع کیا جائے گا اور ایک دین کو غالب کیا جائے گا۔ یہ بھی مسیح موعود کے وقت کی ایک جمع ہے، کیونکہ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ (الصف:۱۰) مفسروں نے مان لیا ہے کہ مسیح موعود ہی کے وقت میں ہوگا۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۹۔۵۰)

17 6/04

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

احسان ۱۳۸۳ہش۔ جون ۲۰۰۴ء

جلد نمبر........................۴۸

شمارہ نمبر......................۶

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر۔ جاوید احمد جاوید۔ ریاض محمود باجوہ۔ محمود احمد اشرف

اس شمارہ میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ..........ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ.....دس روپے

اداریہ

معاشرتی تربیت و اصلاح کا ایک ذریعہ

جہاں ہر سچے مومن کو اپنے مال اور جان کے ذریعہ ہر وقت مصروف جہاد رہنے کی تلقین کی گئی ہے وہاں اس کے لئے ایک اور میدان جہاد بھی ہے جو انفرادی اور خاندانی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سی اخلاقی اور دینی کمزوریاں انفرادی طور پر نشوونما پاتی ہیں اور پھر ایک اچھے معاشرہ پر بدنما دھبہ بنتی ہیں۔ اگر ایسی ناگوار اور ناپسندیدہ باتوں کے رواج پانے کے پہلے مرحلہ پر ہی اصلاح کی کوشش کی جائے تو خاندانی اور قومی عزت و وقار قائم رہتا ہے ورنہ برائی کا احساس اور رعب کم ہونے لگتا ہے اور ایسے افعال و اعمال کا صدور بے دریغ ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ بدعملی سے احساس زیاں بھی نہیں رہتا۔ ایسے اصلاحی اقدامات کے لئے ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اصغر کا حکم دیا اور فرمایا:

''مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔'' (مسلم)

کہ تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خلاف اخلاق یا خلاف دین بات دیکھے تو اُسے چاہئیے کہ وہ اس بات کو اپنے ہاتھ سے بدل دے لیکن اگر اسے یہ طاقت حاصل نہ ہو تو اپنی زبان سے اس کے متعلق اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اپنے دل کے ذریعہ سے یعنی دعا کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرے اور فرمایا یہ سب سے کمزور ایمان کا حصہ ہے۔

اگر اصلاح کے لئے کوئی عملی یا قولی اقدام نہیں کیا جاتا تو برائی پھیلنے کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور کسی شخص کے برے نمونہ کو دیکھ کر کچھ اور لوگ بھی دلیر ہو جاتے ہیں کسی ناپسندیدہ بات کو ہاتھ سے روکنا اور قانون یا نظام کے ذریعہ یا قلم و تحریر سے بھی ہے۔ لیکن اگر یہ ذریعہ ممکن نہ ہو تو زبان کا ذریعہ، بزرگوں اور نیک لوگوں کی نگرانی اور نصیحت ہے جو کمزور لوگوں کو سنبھالنے کا باعث بن جاتی ہے اور انفرادی اور خاندانی حالات پر اس کے خوشگوار اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ اگر کہیں ناصحانہ کردار بھی اثر انداز نہ ہو رہا ہو تو دعا بھی کارگر ثابت ہوتی ہے اور دعا کے بارہ میں تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ وہ ''آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے''

انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ اگر کہیں برائی یا کسی ناپسندیدہ حرکت کو دیکھیں تو اسے روکنے کے لئے یہ ذرائع استعمال کریں اور دل کی سچی تڑپ سے دعا کریں جو یقیناً اصلاح کے لئے مفید موثر اور بابرکت ہے۔

امام الکلام

"عیسائیت کے زوال کا وقت آ گیا ہے"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"تثلیث پرستی حد کو پہنچ گئی ہے صادق کی توہین و گستاخی انتہاء تک کی گئی ہے۔......... اب وہ وقت واقعی آ گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کا تدارک کرے۔ ایسے وقت میں ہمیشہ ایک آدمی کو پیدا کیا کرتا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً (الاحزاب: ۶۳) وہ ایسے آدمی کو پیدا کرتا ہے جو اس کی عظمت و جلال کے لئے بہت ہی جوش رکھتا ہو۔ باطنی مدد کا اس آدمی کو سہارا ہوتا ہے۔ دراصل سب کچھ خدا تعالیٰ آپ کرتا ہے مگر اس کا پیدا کرنا صرف ایک سنت کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کو قرآن کریم میں نصیحت کی تھی کہ اپنے دین میں غلو نہ کریں پر انہوں نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا اور پہلے وہ صرف ضالین تھے پر اب مضلّین بھی بن گئے۔ خدا تعالیٰ کے صحف قدرت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بات حد سے گذر جاتی ہے تو آسمان پر تیاری کی جاتی ہے۔ یہی اس کا نشان ہے کہ اب تیاری کا وقت آ گیا ہے۔ سچے نبی رسول مجدد کی بری نشانی یہی ہے کہ وہ وقت پر آوے، ضرورت کے وقت آوے۔ لوگ قسم کھا کر کہیں کہ کیا یہ وقت نہیں کہ آسمان پر کوئی تیاری ہو؟

مگر یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ سب کچھ آپ کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت اگر سب کے سب حجروں میں بیٹھ جاویں تب بھی کام ہو جاوے گا اور دجال کو زوال آوے گا۔ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا (ال عمران: ۱۴۱) اس کا کمال بتاتا ہے کہ اب اس کے زوال کا وقت ہے۔ اس کا ارتفاع ظاہر کرتا ہے کہ اب وہ نیچا دیکھے گا۔ اس کی آبادی اس کی بربادی کا نشان ہے۔ ہاں ٹھنڈی ہوا چل پڑی ہے۔ خدا تعالیٰ کے کام آہستگی کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اگر ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہوتی تو پھر بھی .... چاہئے تھا کہ دیوانہ وار پھرتے اور تلاش کرتے کہ مسیح اب تک کیوں نہیں آیا؟ کسر صلیب کے لئے آیا ان کو چاہئے نہیں تھا کہ یہ اس کو اپنے جھگڑوں کے لئے بلاتے؟ اس کا کام کسرِ صلیب ہے اور اسی کی زمانہ کو ضرورت ہے اور اسی واسطے اس کا نام مسیح موعود ہے۔ اگر ملانوں کو نوع انسان کی بہبودی مدنظر ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ ان کو سوچنا چاہئے تھا کہ ہم نے فتویٰ لکھ کر کیا بنا لیا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے کہا کہ ہو جاوے اس کو کون کہہ سکتا ہے کہ نہ ہووے۔ یہ ہمارے مخالف بھی ہمارے نوکر چاکر ہیں کہ مشرق و مغرب میں ہماری بات کو پہنچا دیتے ہیں۔........."

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۸۸۔۴۸۹ جدید ایڈیشن)

کلام الامام

محبت و اخلاص

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.....فرماتے ہیں:-

''ہماری جماعت میں اللہ تعالیٰ نے محبت کے تمام ذرائع کو جمع کر دیا ہے۔ ایک مرکز ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک مرکز سے تعلق رکھنے والوں کو آپس میں محبت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک مدرسہ میں پڑھنے والوں میں محبت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک لڑکے پر کوئی افتاد پڑے۔ تو دوسرے لڑکے اس کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یا مثلاً ایک گاؤں میں محبت ہوتی ہے۔ یا ملکوں اور ایک حکومت کے ماتحت رہنے والوں میں ہوتی ہے۔ یہ تو عارضی تعلقات ہیں۔ مگر جو خدا نے تعلق ہم میں پیدا کیا ہے۔ وہ ایک دائمی تعلق ہے۔ پس اگر تعلق کے باوجود بھی جو ایمانی ہے۔ ہم میں بے تعلقی ہو۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا برائی ہو سکتی ہے۔ بے تعلقی پر فخر نہیں کیا جا سکتا۔ خدا سے دشمنی نہ ہونا قابل فخر نہیں، بلکہ فخر اور تعریف کے قابل خدا سے دوستی اور محبت کا ہونا ہے۔ جس شخص کے دل میں عداوت ہو۔ وہ مسلمان نہیں۔ اور ہدایت سے دور ہے۔ انسان کے لئے اچھا درجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں بھائیوں کی محبت اور اخلاص ہے۔ کیونکہ اسلام اور محبت لازم وملزوم ہیں۔ پس جب تک محبت نہ ہو انسان مسلم نہیں ہو سکتا۔

عداوت اسفل ترین درجہ ہے۔ اور بے تعلقی کہ نہ محبت ہو نہ عداوت۔ اس سے اونچا، مگر قابل فخر نہیں۔ محبت و اخلاص اصل درجہ ہے۔........... خدا کی مخلوق سے کینہ اور خدا کی محبت ایک سینہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ عداوت گند ہے اور گند، اور خدا کی محبت جو ایک پاک ترین چیز ہے۔ جمع نہیں ہو سکتے۔ بے تعلقی اونچا درجہ ہے۔ مگر یہ بھی ایمان کے خلاف ہے۔

قرآن کریم میں اعتصام بحبل اللہ کا کلمہ ہے کہ تم بھائی بھائی ہو۔ بھائی بھائی بنے رہو۔ ایمان کا نتیجہ بھائی ہونا ہے۔ عداوت نہیں۔ اس لئے جو شخص دوسرے سے ہمدردی نہیں رکھتا۔ اس کو (دین) میں نے داخل ہونے کے لئے ابھی بہت سا راستہ طے کرنا ہے۔ اور جب تک وہ اس راستہ کو طے نہ کرے اس درجہ ایمان اور تعلق باللہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔

.... جب تک جماعت میں محبت نہ ہو دیندار نہیں ہو سکتی۔ اب تک اس پر توجہ نہیں کی گئی۔ کیونکہ لوگوں نے خیال کر لیا کہ آپس کی محبت ایک دنیا دارانہ فعل ہے۔ اس کو دین سے تعلق نہیں.......... لیکن یہ ایک غلطی اور غلط فہمی ہے۔ قرآن کریم نے آپس کی محبت و ہمدردی کو حصہ دین قرار دیا ہے۔ پس جو شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اس کی مخلوق سے لاپرواہ ہے یعنی اس سے ہمدردی نہیں کرتا۔ اس کا خدا کی محبت کا دعویٰ جھوٹا دعویٰ ہے۔ ہمارے لوگوں میں جو اس محبت و اخلاص و ہمدردی کی کمی ہے میرے خیال میں وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے ہے کہ وہ اس کو دنیاوی فعل سمجھتے ہیں، لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دنیاوی فعل نہیں ہے بلکہ دین ہے۔''

(خطبات محمود جلد ۶ صفحہ ۳۰۴۔۳۰۵)

عربی منظوم کلام

O

لَمَّا اَرَی الْفُرْقَانُ مِیْسَمَهٗ   تَرَدّٰی مَنْ طَغٰی

جب قرآن نے اپنی شکل دکھلائی تو ہر ایک طاغی نیچے گر گیا

مَنْ كَانَ نَابِغَ وَقْتِهٖ   جَاءَ الْمَوَاطِنَ اَلْثَغَا

جو شخص اپنے وقت کا فصیح اور جلد گو تھا وہ کند زبان ہو کر میدان میں آیا۔

وَاِذَا اَرٰی وَجْهًا   بِاَنْوَارِ الْجَمَالِ مُصَبَّغًا

اور جب قرآن نے انوار جمال سے رنگین چہرہ دکھایا

فَدَرَی الْمُعَارِضُ اَنَّهٗ   اَلْغَا الْفَصَاحَةَ اَوْ لَغَا

تو معارض سمجھ گیا کہ وہ اس معارضہ میں فصاحت و بلاغت سے دور یا لغو بک رہا ہے۔

مَنْ كَانَ ذَاعَیْنَ النُّهٰی   فَاِلٰی مَحَاسِنِهٖ صَغٰی

جو شخص عقلمند تھا وہ قرآن کے محاسن کی طرف مائل ہو گیا۔

اِلَّا الَّذِیْ مِنْ جَهْلِهٖ   اَبْغَی الضَّلَالَةَ اَوْ بَغٰی

ہاں وہ باقی رہا جو گمراہی کا مددگار بنا اور ظلم اختیار کیا۔

عَیْنُ الْمَعَارِفِ كُلِّهَا   اٰتَاهُ حِبٌّ مُبْتَغٰی

تمام معارف کا چشمہ خدا تعالیٰ نے قرآن کو دیا۔

لَا یُنْبَئَنَّ بِبَحْرِهٖ   الذَّخَّارِ كَلْبًا مُّوْلَغًا

اور اس کے بحرِ ذخار سے اس کتے کو خبر نہیں دی جاتی جس کو تھوڑا سا پانی پلایا جاتا ہے۔

(نور الحق حصہ اول۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۶۴)

فارسی منظوم کلام

O

اے سرِ خود کشیدہ از فرقاں پانہادہ بہ لُجۂ طغیاں!

اے وہ جس نے قرآن کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ اور سرکشی کے گڑھے میں پاؤں رکھا ہے

بانگ کم کُن بہ پیشِ نورِ ہُدیٰ توبہ کُن از فسوس و بازیہا

نورِ ہدایت کے سامنے اتنی شیخی نہ مار اور تمسخر اور کھیل سے توبہ کر

ایں چہ چشمے ست کور و سخت کبود کآفتابے در و چو ذرّہ نمود!

یہ آنکھ کیسی اندھی اور منحوس ہے۔ جس میں آفتاب ذرہ کے برابر نظر آتا ہے

تا نگیری کنارہ زیں رہ و خُو ہست دُور از کنارِ کشتی تو

جب تک تو اس طریقہ اور عبادت کو نہیں چھوڑتا۔ تب تک تیری کشتی کنارے سے دور رہے گی

باخدایت عناد و کیں تا چند خندہ و بازیت بدیں تا چند

کب تک تو اپنے خدا سے دشمنی اور کینہ رکھے گا۔ اور دین کے ساتھ تیری ہنسی ٹھٹھا کب تک جاری رہیں گے

مہرِ تاباں چو بر فلک زخشید چوں توانی بخاک و خس پوشید

جب آسمان پر چمکتا ہوا سورج نکل آیا۔ پھر تو کس طرح اسے مٹی اور گھانس سے چُھپا سکتا ہے

شب تواں کرد صد فریبِ نہاں لیک در روزِ روشن ایں نتواں

رات کے وقت تو سو فریب چھپ سکتے ہیں۔ لیکن روز روشن میں ایسا ممکن نہیں

نورِ فرقاں نہ تافت است چناں کو بماند نہاں زدیدہ دراں!

قرآن کا نُور ایسا نہیں چمکا۔ کہ دیکھنے والوں کی نظر سے مخفی رہ سکے

آں چراغِ ہُدیٰ ست دُنیا را رہبر و رہنما ست دُنیا را

وہ تو تمام دنیا کے لئے ہدایت کا چراغ ہے۔ اور جہان بھر کے لئے رہبر اور رہنما

(براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد صفحہ ۳۵۹)

’’سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے‘‘

دوستوں کو علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی دعوت

(رقم فرمودہ: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

’’مومنوں کو حکم دیا ہے کہ ان میں سے ایک طبقہ لازماً دین کی خدمت اور دین کے رستہ میں جدوجہد کے لئے وقف رہنا چاہئے مگر مختلف قسم کے حالات کے ماتحت دین کی خدمت مختلف رنگ اختیار کرسکتی ہے۔ بعض حالات میں جبکہ کوئی دشمن (دین) کو مٹانے کی غرض سے جبر اور تشدد کا رستہ اختیار کرکے .... تلوار اٹھائے تو اس وقت اپنے دفاع کے لئے .... تلوار کا جواب تلوار سے دینا ہوگا۔ اور اگر دشمن کا حملہ دلائل اور عقلی اور نقلی اعتراضوں کے رنگ میں ہو تو اس وقت .... کا جہاد بھی اسی میدان کے اندر محدود ہو جائے گا اور اگر کسی وقت .... اپنی بداعمالی (مذہب) کو بدنام کرنے کا باعث بن رہی ہو تو اس وقت سب سے مقدم جہاد .... تربیت اور اخلاقی اور روحانی اصلاح سے تعلق رکھے گا. وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تلوار کے جہاد سے وقتی طور پر فارغ ہوئے تو آپ نے میدان کارزار سے مدینہ کی طرف لوٹتے ہوئے فرمایا:۔

’’رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر.‘‘

یعنی اب ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد یعنی اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرنے کی طرف لوٹ رہے ہیں۔‘‘

اسی اصولی تعلیم کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے وہ مصرع ارشاد فرمایا ہے .... ایسے وقت میں اصل جہاد قلم کا جہاد ہے تا کہ قلم کے ذریعہ .... اعتراضوں کا ایسا دندان شکن جواب دیا جائے۔ کہ ان کے قلموں اور ان کی زبانوں کی گولہ باری پر موت وارد ہو جائے اور یہی رستہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی منشاء کے ماتحت اختیار کیا۔ چنانچہ آپ کی اس عدیم المثال خدمت کا اعتراف مخالفوں تک نے ایسے شاندار رنگ میں کیا ہے کہ اس تعریف سے ملک کی مخالفانہ فضا تک گونجنے لگ گئی۔ مثال کے طور پر امرتسر کے مشہور اخبار ’’وکیل‘‘ کے غیر احمدی ایڈیٹر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر لکھا:۔

’’مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں بھی مرزا صاحب نے

.........خاص خدمت سرانجام دی ہے ان کی آریہ سماج کے مقابل کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز کی جاسکیں۔''

پھر دہلی کے غیر احمدی اخبار کرزن گزٹ نے اپنے اخبار میں لکھا کہ:۔

''ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم مرزا صاحب کے مقابلہ پر زبان کھول سکتا.........اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔''

پس اس نوٹ کے عنوان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو شاندار مصرع درج ہے وہ کسی ناواجب فخر وافتخار کی پیداوار نہیں بلکہ ایک زبردست حقیقت ہے جو تلوار سے زیادہ کاٹنے والی اور دلوں کی گہرائیوں میں گھر کرنے والی ہے۔ اور اس سے اس اعتراض کا جواب بھی ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نعوذ باللہ تلوار کے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے۔ عزیزو اور دوستو! سوچو اور سمجھو کہ حضرت مرزا صاحب جو (دین) کی خدمت اور دین کے احیاء کے لئے مبعوث ہوئے تھے وہ کس طرح کسی ....تعلیم کو منسوخ کر سکتے تھے پس اگر تلوار کے جہاد کو کسی نے وقتی طور پر معلّق کیا ہے (منسوخی کا تو سوال ہی نہیں) تو وہ زمانہ کے حالات نے کیا ہے اور.........اس اصولی تعلیم نے کیا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہو چکی ہے۔ جس میں جہاد کا تو بہرحال اور بہرصورت حکم ہے مگر اس کی نوعیت کو زمانہ کے حالات اور وقت کے تقاضوں اور مخالفوں کے رویہ پر چھوڑا گیا ہے اور پھر کیا حضرت مرزا صاحب کے شاندار اور عدیم المثال قلمی جہاد نے تلوار کے جہاد کی کوئی ضرورت باقی چھوڑ دی ہے؟ خدائی احکام ہمیشہ بنی نوع انسان کی ضرورت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر مخالفوں کی طرف سے ....قلم اور زبان کے ذریعہ سے حملہ ہو تو اس کا طبعی رد اور فطری جواب جو دلوں میں حقیقی اطمینان پیدا کر سکتا ہے وہ صرف قلم اور زبان کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس لطیف مصرع میں اشارہ فرمایا ہے جو اس مضمون میں زیب عنوان ہے۔

مگر اس جگہ مجھے جہاد کا فلسفہ بیان کرنا مطلوب نہیں ہے بلکہ اپنی ایک رؤیا کی بناء پر جماعت کے نوجوانوں کو ....احمدیت کی قلمی خدمت کی طرف توجہ دلانا اصل مقصد ہے۔ چند دن ہوئے میں نے ایک عجیب رؤیا دیکھا جس سے میں ڈرا بھی اور خوش بھی ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کسی نے مجھے حضرت خلیفۃ (المسیح الاول) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک لمبا سا خط لا کر دیا ہے یہ خط میرے نام ہے۔ میں نے خط پڑھنے سے پہلے اس کے آخری حصہ کو اٹھا کر دیکھا تو خط کے نیچے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.........کے دستخط تھے اور خط کے آخر میں اس قسم کا مضمون تھا کہ اگر آپ نے احمدی نوجوان کو ....احمدیت کی خدمت کے لئے مضامین لکھنے اور تصانیف کرنے کی ترغیب نہ دی اور اس کا طریقہ نہ سمجھایا تو اس معاملہ میں میں اور عبداللہ اور والدۂ عبداللہ آپ پر خوش نہیں ہوں گے او کما کان۔ میں اس خواب سے خوش تو اس لئے ہوا کہ تصنیف کے میدان میں میری حقیر سی خدمت عالم بالا میں قدر کے قابل سمجھی گئی اور ڈرا اس لئے کہ جماعت کے

نوجوانوں کو فن تصنیف کی ترغیب دینے اور اس کا طریقہ سمجھانے کی ذمہ داری ایسی نازک اور ایسی وسیع ہے کہ میں شاید اپنی موجودہ عمر اور موجودہ صحت میں اسے کما حقہٗ ادا نہ کر سکوں۔...........

بہر حال اس رؤیا کی بناء پر یہ نوٹ الفضل میں بھجوا رہا ہوں تا احمدی نوجوانوں کو فن تحریر اور مضمون نویسی کیطرف توجہ پیدا ہو اور وہ قلم کے میدان میں سلطان القلم (یہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہامی نام ہے) کے انصار بن کر دین کی نمایاں خدمت انجام دے سکیں۔ بے شک زبان بھی تبلیغ ہدایت اور اشاعت علم کا ایک بہت عمدہ ذریعہ ہے مگر جو مقام قلم کو حاصل ہے وہ زبان کو ہرگز حاصل نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے اپنی ابتدائی وحی میں قلم کے ذریعہ اشاعت علم نمایاں طور پر ذکر فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا:-

"اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ."

"یعنی اے رسول لوگوں تک ہمارا نام اور ہمارا پیغام پہنچا کیونکہ تیرا رب تمام بزرگیوں کا مالک ہے ہاں وہی آسمانی آقا جس نے قلم کے ذریعہ علم کی اشاعت کا سامان پیدا کیا ہے۔"

پس قلم علم کی اشاعت اور حق کی تبلیغ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم اور سب سے مؤثر ترین ذریعہ ہے اور زبان کے مقابلہ پر قلم کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کا حلقہ نہایت وسیع اور اس کا نتیجہ بہت لمبا بلکہ عملاً دائمی ہوتا ہے زبان کی بات عام طور پر منہ سے نکل کر ہوا میں گم ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ اسے قلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے مگر قلم دنیا بھر کی وسعت اور ہمیشگی کا پیغام لے کر آتی ہے اور پریس کی ایجاد نے تو قلم کو وہ عالمگیر پھیلاؤ اور وہ دوام عطا کر دیا ہے جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں کیونکہ قلم کا لکھا ہوا گویا پتھر کی لکیر ہوتا ہے جسے کوئی چیز مٹا نہیں سکتی۔ اور قلم کو یہ مزید خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اسے اپنے منبع کی نسبت کے لحاظ سے کامل یقین کا مرتبہ میسر ہوتا ہے۔ ہمیں بعض اوقات کسی شخص کی طرف سے کوئی بات زبانی طور پر پہنچتی ہے مگر اس کے سننے والوں کی روایت میں اختلاف ہو جاتا ہے مگر جب کسی شخص کے قلم سے کوئی بات نکلے تو پھر اس بات کے منبع اور ماخذ کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ بہر حال اس زمانہ میں........... قلم سے بڑھ کر........... جارحانہ علمی اور روحانی حملوں سے زیادہ طاقتور کوئی اور ظاہری ذریعہ نہیں۔

پس اے عزیزو اور اے دوستو! اپنے فرض کو پہچانو اور سلطان القلم کی جماعت میں ہو کر........... قلمی خدمت میں وہ جوہر دکھاؤ کہ اسلاف کی تلواریں تمہاری قلموں پر فخر کریں۔ تمہارے سینوں میں اب بھی سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ کرام اور قاسم اور قتیبہ طارق اور دوسرے فدایان اسلام کی روحیں باہر آنے کے لئے تڑپ رہی ہیں انہیں رستہ دو کہ جس طرح وہ قرونِ اولیٰ میں تلوار کے دھنی بنے اور ایک عالم کی آنکھوں کو اپنے کارناموں سے خیرہ کیا اسی طرح اب وہ تمہارے اندر سے ہو کر (کیونکہ خدا اب بھی انہی قدرتوں کا مالک ہے) قلم کے جوہر دکھائیں۔ اور دنیا کی کایا پلٹ دیں۔ چند ماہ کی بات ہے کہ مجھے کسی عزیز نے کہا اور میں شرم سے کٹ گیا کہ کچھ عرصہ سے ہماری جماعت میں اس قسم کی علمی اور تحقیقاتی تصانیف شائع نہیں ہو رہی ہیں جو چند سال پہلے شائع ہوا کرتی تھیں۔ یہ اعتراض تو درحقیقت درست نہیں کیونکہ اس عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی........... کی طرف سے تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کے ذریعہ بیش بہا علمی

اور عرفانی جواہر پارے منظر عام پر آئے ہیں اور بعض دوسرے اصحاب نے بھی بعض اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ جس تیز رفتاری سے قلمی خدمت میں ترقی ہونی چاہئے تھی اور جس رنگ میں بعض نئے میدانوں میں تحقیقی مضامین لکھنے کی ضرورت تھی اس میں کسی قدر کمی ہے اور یہ بھی ایک حد تک درست ہے کہ بعض نوجوانوں کا میلان تحقیقی اور علمی مضامین لکھنے کی بجائے نوک جھونک والے سطحی اور وقتی مقالوں کی طرف زیادہ ہو رہا ہے۔ یہ میلان ایک ترقی کرنے والی قوم کے لئے بہت نقصان دہ ہے اور ضرورت یہ ہے کہ بہت جلد کا نٹا بدل کر جماعت کی قلموں کو صحیح راستہ پر ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن فرماتا ہے کہ:-

"جادلھم بالتی ھی احسن"۔ یعنی مخالفوں کے ساتھ دینی جہاد کرنے میں بہترین اور پختہ ترین اور مؤثر ترین دلائل اختیار کرو اور یونہی سطحی باتوں میں الجھ کر اپنی ہنسی نہ اڑاؤ۔

تحقیقی مضمون لکھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے ایک موضوع کو جو کسی حقیقی حاضر الوقت ضرورت کے مطابق ہو چُن کر اسے اپنے ذہن میں متحضر رکھا جائے اور اس پر کچھ وقت تک غور کیا جائے۔ پھر قرآن اور حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دوسرے بنیادی لٹریچر کا مطالعہ کر کے اس مضمون کے نوٹ لئے جائیں اور انہیں ترتیب وار مرتب کر لیا جائے۔ پھر جو امکانی اعتراضات اس مضمون کے متعلق دوسروں کی طرف سے ہوئے ہوں یا ہو سکتے ہوں انہیں ذہن میں رکھ کر ان کا جواب سوچا جائے پھر ایک عمومی خاکہ اس امر کے متعلق اپنے دماغ میں قائم کیا جائے۔ کہ اس مضمون کو کس طرح شروع کرنا ہے اور کس طرح چلانا اور کس طرح ختم کرنا ہے آغاز اس طرح ہونا چاہئے۔ کہ مضمون پڑھنے والا اس کی نوعیت اور اہمیت کو محسوس کر کے اس کے لئے ذہنی طور پر تیار اور چوکس ہو جائے اور اختتام اس رنگ میں سوچا جائے کہ گویا چند تیر ہیں جو آخری ضرب کے طور پر پڑھنے والے کے دل میں پیوست کرنے مقصود ہیں اس کے بعد نوٹ سامنے رکھ کر دعا کرتے ہوئے مضمون شروع کیا جائے اور ہر ضروری اقتباس کے اختتام میں بریکٹوں کے اندر معین حوالہ درج کیا جائے تا اگر مضمون پڑھنے والا اس بارے میں مزید تحقیق کرنا چاہے تو از خود تحقیق کر کے تسلی کر سکے۔ مضمون ختم کرنے کے بعد نظر ثانی بہت ضروری ہے اور نظر ثانی کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے مضمون کو علیحدگی میں اونچی آواز سے پڑھا جائے تا کہ آنکھوں کی فطری حس کے علاوہ کان بھی اپنی قدرتی موسیقی کو کام میں لا کر اصلاح میں مدد دے سکیں۔ میں نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس رنگ میں اپنی تحریرات کو پڑھتے دیکھا اور سنا ہے اور آپ اپنے مضامین کی نظر ثانی بھی ضرور فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ کے مسودات کی عبارت کئی جگہ سے کٹی ہوئی اور بدلی ہوئی نظر آتی تھی۔ اور ایسا نہیں ہوتا تھا کہ بس جو لکھا گیا سو لکھا گیا۔ بلکہ آپ اس غرض سے اور نیز صحت کی غرض سے اپنی کتب کی کاپیاں اور پروف تک بھی خود ملاحظہ فرماتے تھے۔

مضمون شروع کرنے سے قبل نیت درست کرنے اور خدمت دین کے جذبہ کو اپنے دل میں جگہ دینے اور دعا کرنے کا میں نے یہ عظیم الشان فائدہ دیکھا ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ غیر معمولی رنگ میں نصرت فرماتا ہے۔ مثال کے طور پر کہتا

ہوں کہ ایک دفعہ جب میں نے اپنے ایک مضمون کی پہلی سطر ہی لکھی تھی تو یکلخت مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ صفحہ کے آخری حصہ میں جو اس وقت خالی تھا ایک خاص عبارت لکھی ہوئی درج ہے اور مجھے توجہ دلائی گئی کہ اپنے اس مضمون کو اس عبارت کے مضمون کی طرف کھینچ کر لا ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے مضمون میں ایک نیا اور بہت دلکش رنگ پیدا ہوگیا۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ میں نے مضمون کا ایک ڈھانچہ سوچ کر نوٹ کیا مگر بعض حصوں میں مضمون لکھتے لکھتے میرا قلم خود بخود ایک نئے راستہ پر پڑ گیا اور بالکل نئی باتیں ذہن میں آگئیں چنانچہ جو ڈھانچہ میں شروع میں سوچا کرتا ہوں عموماً اس کا نصف یا اس سے کچھ کم حصہ مضمون لکھتے ہوئے بہتر صورت میں بدل جایا کرتا ہے یہ سب دعا اور حسن نیت اور اللہ کے فضل کا ثمرہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم ۔ بایں ہمہ شروع کی تیاری بہت ضروری ہے کیونکہ یہ تیاری بھی نصرت الٰہی کی جانب ہوا کرتی ہے۔

یہ سوال کہ علمی اور تحقیقی تصانیف کے لئے کن مضمونوں کو چنا جائے ایک بہت اہم سوال ہے مگر باوجود اس کے وہ کچھ مشکل بھی نہیں ۔ ہمارے سامنے آسمانی آقا کی سنت موجود ہے جس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور وقت کی حقیقی ضرورت کو پورا کرتا ہے دراصل اگر کوئی کام وقت کی ضرورت کے مطابق نہ ہو تو وہ ایک کھوکھلے فلسفہ اور دماغی کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور خدا کی ذات اس قسم کے لایعنی فلسفہ سے بالا ہے اگر خدا چاہتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش ہی میں پیدا کرسکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ابھی بنی نوع انسان اپنے دماغی قویٰ اور ماحول کے تمدن کے لحاظ سے کسی دائمی اور عالمگیر شریعت کے حامل بننے کے اہل نہیں تھے پس اس نے فلسفہ کو چھوڑ کر حکمت کا رستہ اختیار کیا اور یہی رستہ ہمارے لئے بھی کھلا ہے۔

مضمون کے انتخاب کے متعلق میرا مشورہ ہے کہ صرف ان مضمونوں کو چنا جائے جو حکیمانہ طریق پر وقت کی کسی اہم ضرورت کو پورا کرنے والے ہوں اور دنیا ان مضمونوں کے لئے پیاسی ہو۔ اور اس تعلق میں یہ خیال روک نہیں بننا چاہئے۔ کہ کسی مضمون پر کچھ عرصہ پہلے لکھا جاچکا ہے کیونکہ زمانہ کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور نہ صرف نئے نئے مسائل بلکہ پرانے مسائل کے نئے نئے پہلو بھی پیدا ہوتے اور سامنے آتے رہتے ہیں کئی مضامین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لکھے گئے اور نہایت تسلی بخش صورت میں لکھے گئے ۔ اور انہوں نے دنیا کی پیاس بجھائی مگر آج ان مسائل کے نئے نئے پہلو پیدا ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے ان پر سوچنا اور ان کے متعلق قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر اور دیگر بنیادی لٹریچر سے اصولی روشنی حاصل کر کے زمانہ کے نئے مسائل کو حل کرنا یا پرانے مسائل کی نئی گتھیوں کو سلجھانا جماعت کے خادم دین علماء کا کام ہے اقوام عالم کی روحیں دلوں کو منور کرنے والی نئی روشنی کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ ....

.... جماعت احمدیہ کو برا بھلا کہتے ہوئے بلکہ ہر قسم کے فتوے لگاتے ہوئے بھی غیر احمدی دنیا جماعت احمدیہ کے خیالات اور نظریات کو مسلسل اپناتی چلی جاتی ہے یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم کا کرشمہ ہے جس کے پیچھے

خدا کی عظیم الشان نصرت اور روح القدس کی زبردست تائید کام کر رہی ہے۔ پس اے عزیزو اور دوستو آگے آؤ اور اپنی قلموں کو (دین حق) کی تائید میں حرکت دو۔ کہ اس سے بڑھ کر تمہارے لئے آج کوئی برکت نہیں۔ اس وقت بہت سے اچھوتے اور نیم اچھوتے مضمون تمہاری قلموں کی جنبش کا انتظار کر رہے ہیں اور ساغرِ حُسن صرف ایک انگلی کے اشارے پر چھلکنے کے لئے تیار ہے اور تمہارے لئے صرف مفت کا اجر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:۔

بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ

قضاءِ آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا

اس وقت جو مضمون زیادہ توجہ طلب نظر آتے ہیں وہ میرے خیال میں یہ ہیں:۔

(۱) بین الاقوامی تعلقات کے متعلق (دینی) تعلیم (۲) بین الاقوامی مصالحت کی شرائط۔ (۳) ملکی اور قومی معاہدات (۴) مذہبی رواداری (۵) دوسری قوموں کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق (دینی) احکام (۶) یہودیت اور اسرائیلیت کے متعلق پیشگوئیاں (۷) مسیح ناصری کے حقیقی اور مزعومہ معجزات (۸) اشتراکیت اور سرمایہ داری (۹) وحی و الہام کی حقیقت اور اس کا اجرا (۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم المثال مقام اور آپ کا افضل الرسل ہونا (۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات (۱۲) مسیحؑ کے نزول ثانی کا وعدہ (۱۳) مسیح موعود کے نزول کی حقیقت (۱۴) حضرت مسیح موعودؑ کے لٹریچر کی اہمیت اور یہ دوسروں نے اسے کس طرح غیر شعوری طور پر اپنایا ہے اور اپنا رہے ہیں (۱۵) (مذہب) اور روحانیت (۱۶) اخلاقی تعلیم (۱۷) پردہ کی حقیقت اور یہ کہ پردہ کے باوجود عورتیں ترقی کر سکتی اور قومی زندگی میں حصہ لے سکتی ہیں (۱۸) تعدد ازدواج اور یہ کہ یہ تعلیم خاص انفرادی اور قومی ضروریات کے لئے ہے اور اس کی خاص شرائط ہیں (۱۹) خلافت کی حقیقت اور اس کی ضرورت اور اہمیت کے مسائل (۲۰) (دین حق) کا تعزیری نظام۔

ان میں سے اکثر عنوان بظاہر سادہ نظر آتے ہیں مگر تحقیق یعنی ریسرچ کرنے والوں کے لئے ان میں ایسی طویل اور پیچدار وادیاں موجود ہیں کہ ان میں صحیح طور پر گھومنے والا دنیا کے لئے ایک بہت دلکش اور نیا عالم پیدا کر سکتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:۔

بیا در ذیلِ مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر

بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

پس اے احمدی نوجوانو! آؤ اور اس چمنستان کی وادیوں میں گھوم کر دنیا کو نئے علوم سے شناسا کرو۔ آؤ اور (دین) کی نشأۃ ثانیہ کی تعمیر میں حصہ لے کر اقوام عالم کو علم و عرفان کے وہ خزانے عطا کرو کہ حجاز اور بغداد اور قرطبہ اور قدس اور مصر کی یادگاریں زندہ ہو جائیں۔ تا دنیا تم پر فخر کرے اور آسمان تم پر رحمت کی بارشیں برسائے۔ اور آنے والی نسلیں تمہاری یاد سے امنگ اور ولولہ کو حاصل کریں۔ اے کاش کہ ایسا ہی ہو۔..........'' (روزنامہ الفضل ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۸ء)

امن وسلامتی کا پیامبرؐ

لیا ظلم کا عفو سے انتقام۔ عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَامُ

ایڈیٹر

(آخری قسط)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی گئی تعلیمات بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی محبت اور امن وسلامتی کا پیغام ہیں۔ عقیدہ کے اظہار واختیار سے لے کر عملی زندگی کے ہر مرحلہ میں کہیں بھی جبر وتشدد اور تہور نظر نہیں آتا۔ اس رحمت دو عالمؐ نے اگر کہیں جبر کے فتنہ کو روکنے کی کوشش کی تو وہ قومی بقا اور بنی نوع انسان میں امن وسلامتی کے لئے تھی۔ اور جب قومی بقا کے لئے دفاع کیا گیا ہو تو ہر مہذب معاشرہ کی طرح حق تھا کہ پیش آمدہ فتنہ کو دبایا جاتا۔

پھر جو جنگ اہل حق پر مسلط کی گئی اس جنگ کو روکنے کے لئے ایسی تدابیر اختیار کی گئیں اور جہاد بالنفس کے ذریعہ ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنایا گیا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ نہ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم یہ عادلانہ حسن قائم کر سکتی تھی اور نہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم اس زمانہ میں قابل عمل کہلا سکتی تھی اور نہ کبھی عیسائی دنیا نے اس پر عمل کیا ہے فقط ایک ہی تعلیم رحمۃٌ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم نے دی جس پر عمل کر کے دنیا میں امن قائم کیا گیا۔

امن کے لئے فتنہ کا استیصال

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے خلاف مخالفین کے عزائم کی آگ بھڑک رہی تھیں اور پے در پے انہیں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تو معاندین عرب نے اتحاد واتفاق کا یہ مظاہرہ بھی کیا اور مختلف قبائل سے احزاب لے کر دین محمدؐ کو نابود کرنے کی سعی لا حاصل کی۔ مگر اس متحدہ یلغار کی ناکامی سے پست حوصلہ قبائل نے جذبہ انتقام کی آگ جلائے رکھی۔ اپنی ذلت کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ کے اردگرد کے قبائل نے لوٹ مار کا سلسلہ گرم کیا۔ فزارہ قوم کی لوٹ مار غطفان قبیلہ کی محمدؓ بن مسلمہ سے بدسلوکی اور رومی حکومت کی طرف جانے والے سفیر پر جرہم کا حملہ اور لوٹنے کا واقعہ، اسی طرح غزوہ خیبر کی شکست کے انتقام میں یہودیوں کی رومیوں کے سرحدی قبائل کو مشتعل کرنا ایسے واقعات ہیں جو محض فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے تھے۔ یہی وہ پس منظر تھا جس پر قرآن کریم نے ہدایت دی۔ سورۃ البقرہ میں ہے۔

"......... وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ" (آیت ۱۹۴) اور ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اختیار) کرنا اللہ کی خاطر ہو جائے۔ تو یہ بڑا واضح امر ہے اور دنیا کی ہر قوم اور حکومت اپنے لوگوں کو تحفظ اور امن دینے کے لئے ایسے فتنوں کا استیصال کرتی ہے۔

قیام امن اور معاہدات کی پابندی:

عام طور پر حکومت اپنے انتظام و انصرام اور داخلی امن کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے زیر اثر قبائل و اقوام سے معاہدات کرتی ہے۔ ایسے ہی معاہدات زمانہ نبویؐ میں عرب قبائل سے بھی ہوئے قرآن کریم بتاتا ہے کہ جب تک انہوں نے معاہدہ کو قائم رکھا اور تمہارے معاہد قبیلہ پر حملہ نہیں کیا "فَاَتِمُّوا اِلَيهِم عَهدَهُم اِلٰى مُدَّتِهِم" (سورۃ توبہ آیت: ۴) تو تم بھی عہد کی مدت تک معاہدہ کو قائم رکھو کیونکہ ایسے معاہدات کی پابندی بھی امن و سلامتی کے قیام کے لئے ضروری ہوتی ہے جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر یہ فیصلہ ہوا کہ عرب قبائل میں سے جو چاہیں مکہ والوں سے مل جائیں اور جو چاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کریں اور یہ کہ دس سال تک دونوں فریق کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے کی اجازت نہ ہوگی سوائے اس کے کہ ایک دوسرے پر حملہ کر کے معاہدہ کو توڑ دے۔ اس معاہدہ میں عرب کا قبیلہ بنو بکر مکہ والوں کے ساتھ تھا اور قبیلہ خزاعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا مگر کفار عرب جو معاہدہ کی پابندی کا خیال کم ہی رکھتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے کچھ عرصہ بعد قریش مکہ اور بنو بکر نے مل کر رات کو بنی خزاعہ پر چھاپا مارا اور ان کے بہت سارے آدمی مار دئے۔ خزاعہ کو جب معلوم ہوا کہ قریش نے بنو بکر سے مل کر یہ حملہ کیا ہے تو انہوں نے مدینہ میں اس بدعہدی کی اطلاع دی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ باہمی معاہدہ کی رُو سے ہمارا بدلہ لینا آپ کا فرض بنتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا دکھ میرا دکھ ہے میں اپنے معاہدہ پر قائم ہوں۔ کفار مکہ کو اطلاع ملی تو وہ بھی گھبرائے اور حیلے بہانے سوچنے لگے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ اور جب دس ہزار قدوسی فاران کی رفعتوں سے قریش مکہ کی پستیوں کا مشاہدہ کر رہے تھے تو یہ سب اس قیام امن کا ارادہ و قصد تھا۔ چونکہ قریش مکہ کی طرف سے معاہدہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی ہوئی تھی جس پر اہل مکہ کے فتنہ اور شر کو ختم کیا گیا تا کہ اس مقدس شہر کے تقدس کو بحال کیا جائے اور ایک پرامن فضا قائم کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو عام:

فاران کے جنگل میں یہ دس ہزار قدوسی امن و سلامتی کے اُس پیامبرؐ کی قیادت میں جمع ہو چکے تھے۔ جنگی حکمت عملی کے تحت دور دور تک خیموں کے سامنے آگ جلائی گئی۔ یہ روشن آگ ایک عجیب نظارہ پیش کر رہی تھی۔ ابوسفیان جو اس وقت حالات کا جائزہ لینے نکلے تھے اہل مکہ کے خوف اور پریشانی نے انہیں بھجوایا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور آواز دی ابوحنظلہ (یہ ابوسفیان کی کنیت تھی) ابوسفیان نے کہا عباس تم کہاں۔ حضرت عباسؓ نے انہیں ساری کیفیت بتائی اور انہیں اپنے ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی فرما چکے تھے کہ اگر ابوسفیان ملے تو اس کو قتل نہیں کرنا۔ اس لئے انہیں حضرت عباسؓ کی تحویل میں ہی دیا گیا۔ ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وفدائیت اور اطاعت کا نظارہ دیکھتے رہے۔ حکیم بن حزام جو حق وصداقت کو شناخت کر چکے تھے انہوں نے

مکہ کی طرف روانگی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش مکہ سے انتقام نہ لئے جانے کی درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عفو وامن کا اعلان کیا وہ یہ تھا:

(۱) ہر شخص جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن دیا جائے گا۔(۲) حضرت عباس کی درخواست پر فرمایا کہ ابوسفیان اپنے لئے عزت وافتخار بھی پسند کرتا ہے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا (۳) جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا (۴) جو اپنے ہتھیار پھینک دے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔(۵) جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے اس کو بھی امن دیا جائے گا (۶) جو حکیم بن حزام کے گھر میں گھس جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا (۷) حضرت ابورویحہؓ جس کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کا بھائی بنایا ہوا تھا۔اس کے ہاتھ میں حضور اقدسؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دیا تھا اور فرمایا جو شخص ابورویحہؓ کے جھنڈے تلے کھڑا ہو گا اس کو بھی کچھ نہ کہا جائے گا اور حضرت بلالؓ کو کہا کہ ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے جاؤ کہ جو شخص ابورویحہ کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار مگر ماضی کے مظلوم ساتھی حضرت بلالؓ کا عفو سے انتقام لے کر دلجوئی اور عزت افزائی کی گئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت عباسؓ سردار مکہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو لے کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے تو ان کے سامنے سے صحابہ اخلاص وفدائیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے گزر رہے تھے تو کیا عجیب نظارہ تھا۔انہی میں اشجع قبیلے کے لوگ جب اپنے جوش محبت کا اظہار کرتے ہوئے گزرے تو ابوسفیان کے لئے اور بھی حیرانگی کا موجب تھا کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن تھے۔انصار کے لشکر میں سعد بن عبادہؓ کا ایک جملہ جب اس سردار مکہ کو ناگوار گزرا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو روکا اور فرمایا سعد نے غلط کہا ہے ''آج رحم کا دن ہے''۔آپ نے اس کے بیٹے قیس کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر اس کو کمانڈر مقرر کر دیا۔سردار مکہ ابوسفیان نے مکہ میں داخل ہو کر شرائط امن کا اعلان کر دیا۔تو لوگ بے تحاشا ان جگہوں اور گھروں کی طرف گئے جن میں امان لینے کا اعلان کیا گیا تھا۔معدودے چند ''جنگی مجرموں کو سزا دینے کا حکم تھا۔جو تعداد میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔اسی موقعہ پر حضرت خالدؓ بن ولید کی کمان میں مدِ مقابل بعض لوگوں نے مقابلہ کیا تو وہ مارے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابہؓ کی محبت وفدائیت کا یہ پُر کیف نظارہ اہل مکہ کے سامنے تھا جب مکہ والے آپ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو آپ نے فرمایا۔کہ بتاؤ تمہیں ان ظلموں اور شرارتوں کا کیا بدلہ دیا جائے جو تم نے خدائے واحد کی عبادت کرنے والے بندوں پر کئے تھے مکہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے وہی سلوک چاہتے ہیں۔جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔جب مکہ والوں کے منہ سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم یوسفؑ کے مثیل ہیں تو آپ نے بھی اعلان فرمایا ''تَاللّٰہِ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ'' کہ خدا کی قسم آج تم پر کسی قسم کی سرزنش نہیں کی جائے گی۔وہ ظلم وجبر جن کی یادیں ابھی تازہ تھیں ان کا کیسا حسین انتقام لیا گیا اس کی مثال چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی۔اس موقعہ پر یہ بھی ایک عجیب نظارہ

تھا کہ ہبار جیسے سنگدل جس نے حضرت زینب بنت رسول اللہؐ کے اونٹ کا تنگ کاٹ کر اسے گرایا اور نتیجۂ حضرت زینب کی شہادت ہوئی۔ عکرمہ اور ہند (زوجہ ابوسفیان) جیسے جنگی مجرم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفوورحمت سے مستفیض ہوئے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر امن عالم کے منشور کا اعلان:

جب دین و مذہب کے خلاف دفاعی جدوجہد مکمل ہوئی اور بڑی حد تک جبر وتشدد اور فتنوں کا استیصال ہو گیا تو نویں سال ہجری میں آپؐ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ حج کی عبادت کے مطابق آپ منیٰ میں ٹھہرے اور گیارھویں ذوالحجہ کو آپ نے امن عالم کے لئے ایک منشور دیا۔ آپ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سنو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد کبھی بھی میں تم لوگوں کے درمیان اس میدان میں کھڑے ہو کر کوئی تقریر کروں گا۔ تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کو خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ قرار دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کیلئے وارثت میں اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ کوئی وصیت ایسی جائز نہیں جو دوسرے وارث کے حق کو نقصان پہنچائے۔ جو بچہ جس کے گھر میں پیدا ہو وہ اس کا سمجھا جائے گا اور اگر کوئی بدکاری کی بناء پر اس بچے کا دعویٰ کرے گا تو وہ خود شرعی سزا کا مستحق ہوگا۔ جو شخص کسی کے باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے یا کسی کو جھوٹے طور پر اپنا آقا قرار دیتا ہے خدا اور اس کے فرشتوں اور بنی نوع انسان کی لعنت اس پر ہے۔ اے لوگو! تمہارے کچھ حق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حق تم پر ہیں۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ عفت کی زندگی بسر کریں اور ایسی کمینگی کا طریق اختیار نہ کریں جس سے خاوندوں کی قوم میں بے عزتی ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم (جیسا کہ قرآن کریم کی ہدایت ہے کہ باقاعدہ تحقیق اور عدالتی فیصلہ کے بعد ایسا کیا جاسکتا ہے) انہیں سزا دے سکتے ہو مگر اس میں بھی سختی نہ کرنا۔ لیکن اگر وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتیں جو خاندان اور خاوند کی عزت کو بٹہ لگانے والی ہو تو تمہارا کام ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کی خوراک اور لباس وغیرہ کا انتظام کرو۔ اور یاد رکھو کہ ہمیشہ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی نگہداشت تمہارے سپرد کی ہے۔ عورت کمزور وجود ہوتی ہے اور وہ اپنے حقوق کی خود حفاظت نہیں کرسکتی۔ تم نے جب ان کے ساتھ شادی کی تو خدا تعالیٰ کو ان کے حقوق کا ضامن بنایا تھا اور خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت تم ان کو اپنے گھروں میں لائے تھے (پس خدا تعالیٰ کی ضمانت کی تحقیر نہ کرنا۔ اور عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھنا) اے لوگو! تمہارے ہاتھوں میں ابھی کچھ جنگی قیدی بھی باقی ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو وہی کچھ کھلانا جو تم خود کھاتے ہو اور ان کو وہی کچھ پہنانا جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی ایسا قصور ہو جائے جو تم معاف نہیں کر سکتے تو ان کو کسی اور کے پاس فروخت کر دو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں اور ان کو تکلیف دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اے لوگو! جو کچھ میں تمہیں کہتا ہوں سنو اور اچھی طرح اس کو یاد رکھو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تم سب ایک ہی درجہ کے ہو۔ تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا دیں اور کہا جس طرح ان دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح

تم بنی نوع انسان آپس میں برابر ہو۔ تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت اور درجہ ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تم آپس میں بھائیوں کی طرح ہو۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے آج کونسا مہینہ ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ علاقہ کونسا ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے یہ دن کونسا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! یہ مقدس مہینہ ہے، یہ مقدس علاقہ ہے، اور یہ حج کا دن ہے ہر جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس طرح یہ علاقہ مقدس ہے جس طرح یہ دن مقدس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اس کے مال کو مقدس قرار دیا ہے اور کسی کی جان اور کسی کے مال پر حملہ کرنا ایسا ہی ناجائز ہے جیسا کہ اس مہینے اور اس علاقہ اور اس دن کی ہتک کرنا۔ یہ حکم آج کے لئے نہیں، کل کے نہیں بلکہ اس دن تک کے لئے ہے کہ تم خدا سے جا کر ملو۔ پھر فرمایا یہ باتیں جو میں تمہیں آج کہتا ہوں ان کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو کیونکہ ممکن ہے جو لوگ مجھ سے آج سن رہے ہیں ان کی نسبت وہ لوگ ان پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سن رہے۔'' (مسند احمد)

اس مختصر مگر جامع عالمی منشور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

'' .... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کی بہتری اور ان کا امن کیسا مدنظر تھا۔ عورتوں اور کمزوروں کے حقوق کا آپ کو کیسا خیال تھا .... آپ نے یہ نہ چاہا کہ وہ عورتیں جو انسانی پیدائش کے شروع سے مردوں کی غلام قرار دی جاتی تھیں ان کے حقوق کو محفوظ کرنے سے پہلے آپ گزر جائیں۔ وہ جنگی قیدی جن کو لوگ غلام کا نام دیا کرتے تھے اور طرح طرح کے مظالم ان پر کیا کرتے تھے آپ نے نہ چاہا کہ ان کے حقوق کو محفوظ کر دینے سے پہلے آپ اس دنیا سے گزر جائیں۔ وہ باہمی بنی نوع انسان کا فرق و امتیاز جو بعض کو تو آسمان پر چڑھا دیتا تھا اور بعض کو تحت الثریٰ میں گرا دیتا تھا۔ جو قوموں قوموں اور ملکوں ملکوں کے درمیان تفرقہ اور لڑائی پیدا کرنے اور ان کو جاری رکھنے کا موجب ہوتا تھا آپ نے نہ چاہا کہ جب تک اس تفرقہ اور اور امتیاز کو آپ مٹا نہ دیں اس دنیا سے گزر جائیں .... کیا عورتوں کی ہمدردی، ماتحت لوگوں کی ہمدردی۔ بنی نوع انسان میں امن اور اکرام کے قیام کی خواہش اور بنی نوع انسان میں مساوات کے قیام کی خواہش اتنی شدید دنیا کے کسی اور انسان میں پائی جاتی ہے۔ کیا آدمؑ سے لے کر آج تک کسی انسان نے بھی بنی نوع انسان کی ہمدردی کا ایسا جذبہ اور ایسا جوش دکھایا ہے۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۲۹)

اپنی اصلیت اور حقیقت کے اعتبار سے دین حق سراپا محبت اور امن و سلامتی کی تعلیمات سے آراستہ ہے۔ اور یہی دین حق اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمگیر پیام امن ہے۔ جہاد کے خوبصورت لفظ سے تو ایک انسان خدا نما انسان بنتا ہے۔ جو پوری طرح امن و سلامتی میں ہوتا ہے اسی لئے نوید آسمانی ہے'' .... سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ '' (سورۃ الزمر آیت: ۷۵) کہ تم پر ہمیشہ سلامتی ہو تم بڑی اچھی حالت کو پہنچے ہو پس اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔

خدا کرے یہ امن و سلامتی عالمگیر ثابت ہو۔ اور محبت و اخوت کی نسیم رحمت اقوامِ عالم کو جنتِ کا وارث بنا دے آمین۔

نُورِ سحر

چل گذر راہِ فنا سے بے خطر ہونے کے بعد معرکے ہوتے ہیں سر سینہ سپر ہونے کے بعد

کیا ہوا دریا میں مُوجیں گر قیامت خیز ہیں پار لگتے ہیں سفینے شور و شر ہونے کے بعد

گریۂ پیہم سے ہوتی ہے رَسائی وصل تک رنگ لاتی ہے وفا آشفتہ سر ہونے کے بعد

جگمگا دے جلوۂ توحید سے دشت و جبل سرنگوں بیٹھا ہے کیا شمس و قمر ہونے کے بعد

اٹھ گُلستانِ جہاں میں زمزمہ پَرداز ہو خوابِ غفلت تا بکے نُورِ سحر ہونے کے بعد

جوگ لینا یا اُداسا کھینچا آساں نہیں آتا ہے دھونی رَمانا در بدر ہونے کے بعد

خاک سے کمتر سہی لیکن اے مصلحؔ کیا عجب

کیمیا بن جاؤں مَیں انکی نظر ہونے کے بعد

مولانا مصلح الدین راجیکی مرحوم

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

کے کشوف و الہامات درباره

حضرت حکیم مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول)

مرتبہ: انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب اٹک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کا ذکر بڑی محبت اور بڑی کثرت سے اپنی کتب میں فرمایا ہے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو آپ نے انصار دین میں سے اول نمبر پر قرار دیا ہے وہ اپنے آقا کی کامل محبت اور عشق میں فنا تھے اور آپ نے اطاعت کی بے مثل اور لازوال مثالیں قائم کیں اسی لئے آپ نے خواہش فرمائی کہ اس جماعت کا ہر فرد ان کی طرح بن جائے۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک ز امت نور دین بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر یک پُر از نُورِ یقین بُودے

حضرت مسیح موعود کے مجموعہ کشوف رؤیا اور الہامات میں بھی کئی مقامات پر حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کا ذکر ہے ایسے رؤیا و کشوف و الہامات اس مضمون میں یکجا طور پر پیش کئے جا رہے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود نے ان کا ذکر فرمایا ہے یا ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔

ایک بندہ خدا جو ناصر دین بن کر آیا:

''چند روز ہوئے میں نے اس قرضہ کے تردد میں خواب میں دیکھا تھا کہ میں ایک نشیب گڑھے میں کھڑا ہوں اور اوپر چڑھنا چاہتا ہوں مگر ہاتھ نہیں پہنچتا۔ اتنے میں ایک بندہ خدا آیا اس نے اوپر سے میری طرف ہاتھ لمبا کیا اور میں اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اوپر کو چڑھ گیا اور میں نے چڑھتے ہی کہا کہ خدا تجھے اس خدمت کا بدلہ دیوے۔ آج آپ کا خط پڑھنے کے ساتھ میرے دل میں پختہ طور پر یہ جم گیا کہ وہ ہاتھ پکڑنے والا جس سے رفع تردد ہوا آپ ہی ہیں کیونکہ جیسا کہ میں نے خواب میں ہاتھ پکڑنے والے کے لے دعا کی ایسا ہی برقت قلب خط کے پڑھنے سے آپ کے لئے منہ سے دلی دعا نکل گئی۔ مُستَجَابٌ اِنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ تعالٰی''

(مکتوب ٢ رمئی ١٨٨٧ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اول مکتوبات جلد پنجم نمبر ٢ ص ٢٧)

وطن سے ہجرت کے بارے میں الہام:

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب نے بھیرہ میں ایک عظیم الشان مکان بنوایا تھا......ابھی پورے طور پر وہ مکان طیار نہ ہوا تھا............جاڑہ کا موسم تھا مولوی صاحب چلتی ہوئی ملاقات کو آئے تھے رات کو امام کو وحی ہوئی کہ مولوی صاحب کو ہجرت کرنی چاہئے چنانچہ صبح کو مولوی صاحب کو سنایا کہ ہجرت کرو اور وطن نہ جاؤ۔ یہ صدیق کا فرزند کوئی چگونگی درمیان نہ لایا۔ مکان خراب ہوا۔ مگر یہ مرد خدا نہیں گیا'' (از خطبہ مولانا عبدالکریم صاحب الحکم جلد ۶ نمبر ۳۲۔ ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۱۱) اس وحی کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اپنی سوانح حیات میں جو اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی کو لکھوائی یوں فرمایا'' مولوی عبدالکریم صاحب سے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) فرمایا کہ مجھ کو نورالدین کے متعلق الہام ہوا ہے اور وہ شعر حریری میں موجود ہے۔

لَاتَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنْ فِیْہِ تُھَانُ وَتُمْتَحَنْ

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین)

ترجمہ: تو وطن کی طرف ہرگز رخ نہ کرنا۔ اس میں تیری اہانت ہوگی اور تجھے تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۲۳۳)

یہ الہام حضرت خلیفۃ المسیح اول کی بیاض میں یوں درج ہے۔

لَا تَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنْ فِیْہِ تُضَامُ وَتُمْتَھَنْ

اور اس کے ساتھ ہی حریری کا دوسرا شعر بھی درج ہے۔

فَاعْلَمْ بِاَنَّ الْحُرَّفِیْ اَوْطَانِہٖ یَلْقَی الْغَبَنْ

ترجمہ: اپنے وطن کی طرف راغب مت ہو۔ اس میں تجھ پر ظلم کیا جائے گا اور یاد رکھ کہ آزاد انسان اپنے وطن میں خسارہ پاتا ہے۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۷۶۸)

شفاء بے مثل:

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب کی طبیعت بہت علیل رہی چنانچہ اس وجہ سے آپ کو درس قرآن ملتوی رکھنا پڑا آپ کی طبیعت کی ناسازی دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی صحت کے لئے کثرت سے دعا شروع کی تو ۶ر جنوری کو آپ نے تشریف لا کر فرمایا کہ میں دعا کر رہا تھا کہ یہ الہام ہوا اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِشِفَآءٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ (ترجمہ جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہو تو اس شفاء کی مثل کوئی شفا پیش کرو) (بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۵۲۳)

امر فارق کس شان کا ہوگا:

(الف) رؤیا'' میں نے ایک سفید تہ بند باندھا ہوا ہے مگر وہ بالکل سفید نہیں ہے کچھ کچھ میلا ہے کہ اس اثناء میں مولوی صاحب نماز پڑھانے لگے ہیں

اورانہوں نے سورۃ الحمد جس پر سے پڑھی ہے اوراس کے بعد انہوں نے یہ پڑھا اَلْفَارِقُ وَمَآ اَدْرَاکَ مَاالْفَارِقُ

ترجمہ: وہ عظیم الشان امر فارق آرہا ہے اورتم کیا سمجھتے ہو کہ وہ امر فارق کس شان کا ہوگا۔ اس وقت مجھے یہی معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں سے ہے۔

(ب) رؤیا مولوی حکیم نورالدین صاحب نے نماز جہری میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر اَلْفَارِقُ وَمَآ اَدْرَاکَ مَاالْفَارِقُ پڑھا (الحکم ۲۴ رنومبر ۱۹۰۴ء)　　(بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۵۲۲)

ایک بیٹے کی بشارت:

اس تحریر کے لکھنے کے بعد (یعنی تحریر متعلق سعداللہ لدھیانوی) مجھ پر نیند غالب ہوگئی اور میں سوگیا اور خواب میں دیکھا کہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے ہیں اوران کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو انہیں کا ہے اور وہ بچہ خوش رنگ خوبصورت ہے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو وہ لڑکا دیا کہ رنگ میں، شکل میں، طاقت میں وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تو اور بیوی کا لڑکا معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت، بیمار سا اور نیم جان تھا اور یہ تو قوی ہیکل اور خوش رنگ ہے اور میرے دل میں یہ آیت گزری جس کا زبان سے سنانا یاد نہیں اور وہ یہ ہے۔

مَانَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَانَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا　اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اور میں جانتا ہوں کہ یہ خداتعالیٰ کی طرف سے اس عدوالدین (سعداللہ لدھیانوی۔ناقل) کا جواب ہے کیونکہ اس نے عیسائیوں کا حامی بن کر اسلام پر حملہ کیا اور وہ بھی بے جا اور بے ایمانی سے بھرا ہوا حملہ اور ایک جزو اس خواب کی رہ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس بچہ کے بدن پر کچھ پھنسی یا ثُوْلُوْل کے مشابہ بخارات نکل رہے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا علاج ہلدی اور ایک اور چیز ہے واللہ اعلم"　　(انوارالاسلام صفحہ ۲۶ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۹)

حضرت مولانا حاجی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح اول فرماتے ہیں۔

"میرا لڑکا عبدالحیٰ آیۃ اللہ ہے محمد مرگیا تھا لدھیانہ کے ایک معترض نے اس پر اعتراض کیا.......... میں نے اس لودھیانوی معترض کی تحریر کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور اس پر کوئی توجہ نہ کی مگر میرے آقا وامام نے اس پر توجہ کی تو اس کو وہ بشارت ملی جو انوارالاسلام کے صفحہ ۲۶ پر درج ہے اور پھر اس کے چند برس بعد یہ بچہ جس کا نام عبدالحیٰ ہے پیدا ہوا۔ کشف کے مطابق اس کے جسم پر بعض پھوڑے نکلے جن کے علاج میں میری طبابت گرد تھی عبدالحیٰ کو ان پھوڑوں کے باعث سخت تکلیف تھی اور وہ ساری رات اور دن بھر تڑپتا اور بے چین رہتا جس کے ساتھ ہم کو بھی کرب ہوتا مگر ہم مجبور تھے کچھ نہ کر سکتے تھے ان پھوڑوں کے علاج کی طرف بھی اس کشف میں ایما تھا اور اس کی ایک جزو ہلدی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور دوائی تھی جو یاد نہ رہی تھی۔ ہم نے اس کے اضطراب اور کرب کو دیکھ کر چاہا کہ ہلدی لگائیں آپ نے کہا میں جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا دوسرا جزو یاد نہیں مگر ہم نے غلطی کھائی اور ہلدی لگادی جس سے وہ بہت ہی تڑپا اور آخر ہم کو وہ دھتونی پڑی

اس سے ہمارا ایمان تازہ ہو گیا کہ ہم کیسے ضعیف اور عاجز ہیں کہ اپنے قیاس اور فکر سے اتنی بات نہیں نکال سکے اور یہ مامور اور مرسلوں کی جماعت ایک مشین کَل کی طرح ہوتے ہیں جس کے چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے اس کے بلانے بغیر یہ نہیں بولتے غرض میرا ایمان ان نشانوں سے بھی پہلے کا ہے اور یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو نشان کے بغیر نہیں چھوڑا۔ سینکڑوں نشان دکھا دیئے۔'' (رسالہ تفسیر سورۂ جمعہ ص ۴۸۔۴۹)

یہ لڑکا اس پیشگوئی کے پانچ سال بعد ۱۵ر فروری ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا جس کا نام عبدالحیٔ رکھا گیا۔ (مرتب)

(بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۲۶۳۔۲۶۴)

ایک رؤیا میں حضرت خلیفہ اول کا رونا:

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی بیماری کے دوران (الف) ''مولوی عبدالکریم صاحب کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کو چیر دیا گیا۔ فرمایا:۔

''میں نے ان کے واسطے رات کو دعا کی تھی رؤیا میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔''

(بدر جلد ۱ نمبر ۲۲ مورخہ ۳۱ر اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ والحکم جلد ۹ نمبر ۳۱ مورخہ ۳۱ر اگست ۱۹۰۵ء ص ۱۰۔ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۵۵۹)

دشمن سخت اضطراب میں ہے:

رؤیا۔ دیکھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک کاغذ بھیجا ہے جو پروف کی طرح ہے جو لڑکا لے کر آیا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کے حاشیہ پر سطر ہے ذرا پڑھ لینا۔ اس کاغذ کے دائیں طرف کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

''دشمن نہایت اضطراب میں ہے''

(بدر جلد ۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ والحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۶۷۳)

حضرت خلیفۃ اول کی پر معارف تفسیر:

حضرت خلیفہ اول نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس رؤیا کو اپنی بیاض میں اس طرح درج فرمایا:۔

''کشف میں دیکھا تفسیر حسینی ۵۰ اور ۵۱ صفحہ پر وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْماً فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. فَسَّرَہٗ نُوْرُالدِّیْنِ بِالْمَعَارِفِ الْغَرِیْبَۃِ'' (جیبی بیاض حضرت خلیفۃ المسیح اول....... بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۷۶۸)

ترجمہ: اور تا ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں اور ان ہڈیوں کی طرف دیکھو۔ ہم انہیں کیسے ابھارتے، پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں پھر جب اس پر واضح ہو گیا تو کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نورالدین نے اس کی عجیب وغریب معارف کے ساتھ تفسیر کی۔ (تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۷۶۸ حاشیہ)

باقی صفحہ ۳۰ پر

خلافت

خلافت باعثِ تہذیبِ اِنساں
خلافت ہی سے شانِ مؤمنیں ہے

خلافت وحدتِ ملت کی ضامن
خلافت آیۃٌ للعالمیں ہے

خلافت بندگانِ حق کے حق میں
حصارِ امن و ایمان و یقیں ہے

خلافت کے بغیر اے قومِ احمدؐ
نہ دنیا ہے نہ عقبیٰ ہے نہ دیں ہے

بھٹک سکتا نہیں وہ راہِ حق سے
خلافت پر جسے کامل یقیں ہے

وہ جس سے غلبۂ حق ہے مقدّر
خلافت کا نظامِ بہتریں ہے

کیا ہے متحد قوموں کو جس نے
اخوت میں یہ وہ حبلِ متیں ہے

چمن میں پھر بہار آئی ہے جس سے
یہ وہ باران و نورِ آخریں ہے

یہ ہے زندہ نشاں زندہ خدا کا
وہی اس کا مددگار و معیں ہے

خلافت کے مقابل لا کے دکھلا
نظام ایسا اگر دیکھا کہیں ہے

خلافت کے فضائل پر یہ صدیقؔ
کلامِ خاکسار و کمتریں ہے

مولانا محمد صدیق امرتسری مرحوم

تربیت اولاد کے لئے دعائیں

از: نذیر احمد خادم صاحب

سیّد الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت اولاد کے ضمن میں والدین کو بڑی گہری حکمت کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"ہر بچہ (نیک اور پاک) فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے۔ یہ اُس کے والدین ہی ہیں جو (اُس کی صحیح تربیت نہ کرکے) اُسے یہودی، مجوسی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔"

تمام صالحین اور علی الخصوص اللہ تعالیٰ کے انبیاء اپنی قربانیوں اعلیٰ درجہ کے نمونہ، پاک نصائح، حسین و دلکش سیرت اور کثرت سے کی جانے والی پُرسوز دعاؤں سے اپنے متبعین اور اہل وعیال کی تربیت کرتے ہیں۔ جس کے پاک نمونے اور مثالیں ہمیں قرآن کریم میں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے شکرگزار بندوں کو یہ دعا سکھائی ہے:- وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ (الاحقاف:۱۶) یعنی میری اولاد کی اصلاح فرما۔" نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی اولاد اور جیون ساتھیوں کے تقویٰ شعار ہونے کی دعا سکھائی ہے۔ فرماتا ہے:- وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:۷۵) "اور وہ لوگ بھی (رحمان کے بندے ہیں) جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہم کو ہمارے ازواج کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔" ابوالانبیاء حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؑ نے اپنی اولاد کے دلوں میں توحید حقیقی کا بیج بونے اور اُس کی آبیاری اپنی عظیم قربانیوں سے کرنے کے لئے مسلسل مجاہدہ اور دعاؤں سے کام لیا۔

چنانچہ آپؑ اپنے رب کے حضور ایک موقع پر یُوں دعا کرتے ہیں:- رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (الصّٰفّٰت:۱۰۱) اے میرے رب مجھے نیکوکار اولاد بخش" اسی طرح اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کی بنیادیں اُستوار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! "ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار (بندہ) بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرماں بردار جماعت بنا۔" (البقرہ:۱۲۹) پھر جب آپؑ نے بے مثال قربانی پیش کرتے ہوئے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو وادئ بے آب و گیاہ اور جنگل بیابان میں لا چھوڑا تو اُس موقع پر اپنے رب کے حضور یہ درد بھری دعا کی کہ:- "اے میرے رب! اس شہر (یعنی مکہ) کو امن والی (جگہ) بنا اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے دُور رکھ کہ ہم معبودانِ باطلہ کی پرستش کریں۔" (سورۃ ابراھیم:۳۶) اس موقع پر آپؑ اپنے رب کے حضور یہ بھی عرض کیا:- "اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو تیرے معزز گھر کے پاس ایسی وادی میں جس میں کوئی کھیتی نہیں لا بسایا ہے۔ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ (ابراھیم:۳۸) اے ہمارے رب! (صرف اس لئے) تا کہ وہ نماز قائم کریں۔

اسی طرح حضرت ابراھیمؑ اپنے رب کے حضور یہ دعا کرتے ہیں کہ:-
رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ (ابراھیم:۴۱) ''اے میرے رب! میری اولاد (میں سے ہر ایک) کو عمدگی سے نماز ادا کرنے والا بنا (اے) ہمارے رب! (ہم پر فضل کر) اور میری دعا قبول فرما۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے حنیف بندہ حضرت ابراھیمؑ کی ان دعاؤں اور حسن تربیت کے نتیجہ میں آپؑ کو اپنے رب کا ایسا فرماں بردار اور دین کا جان نثار فرزند عطا فرمایا کہ جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر اسماعیلؑ کو اپنا خواب سنایا کہ میں تجھے خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں اے میرے بیٹے بتا اس بارہ میں تیری کیا رائے ہے؟ اس پر اپنے مقدس و موحّد باپ کی فیض تربیت وصحبت سے فیض یافتہ بیٹے نے بلا تامّل عرض کیا یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصّٰفّٰت:۱۰۳) ''اے میرے باپ جو کچھ تجھے خدا کہتا ہے وہی کر تو انشاء اللہ مجھے اپنے ایمان پر قائم رہنے والا دیکھے گا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیمؑ کی اس عظیم الشان اور مقبول دعا کا ذکر فرمایا ہے:- رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (البقرہ:۱۳۰) یعنی ''اے ہمارے رب! تو انہیں میں سے ایک ایسا رسول معبوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے۔ یقیناً تو ہی غالب اور حکمتوں والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی اس دعا کو بھی بڑی شان سے قبول فرمایا اور آپؑ کی اولاد میں سے سرور کائنات فخر موجودات سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا۔ یہ عظیم الشان ثمر آپؑ کو آپؑ کی دعاؤں، اپنے رب سے کمال درجہ کی وفا سے معمور عملی نمونہ اور حُسن تربیت کے طفیل عطا ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت ابراھیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اپنی اولاد کو توحید پر قائم رکھنے اور اُسے دین کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوششوں اور دعاؤں کا ذکر اپنے پاک کلام میں یوں فرماتا ہے:-
''اور ابراھیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوبؑ نے بھی (اپنے بیٹوں کو) اِس بات کی تاکید کی (اور کہا کہ) اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس دین کو تمہارے لئے چُن لیا ہے پس ہرگز نہ مرنا اِس حالت میں کہ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ تم (اللہ کے) پورے فرماں بردار ہو۔'' اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت یعقوبؑ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کے دلوں میں توحید خالص راسخ کرنے کی پوری کوشش کی اور اپنے بیٹوں کو توحید کا درس دیتے ہوئے استفسار فرمایا کہ ''مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟'' اس پاک تربیت سے فیض پانے والے بچوں نے جواباً عرض کیا کہ اے ہمارے باپ! ''ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادوں ابراھیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے عبادت کریں گے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔'' (سورۃ البقرۃ آیات ۱۳۳-۱۳۴)

پھر حضرت مریمؑ کے تعلق میں حضرت زکریاؑ جو حضرت مریمؑ کے مربی اور کفیل تھے کے انداز تربیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:- ''جب کبھی زکریا گھر کے بہترین حصہ میں اُس کے پاس جاتا (تو) اُس کے پاس کوئی (نہ)

کوئی کھانا پاتا۔ (چنانچہ ایک روز ایسا دیکھ کر) اُس نے کہا اے مریمؑ! یہ (کھانا) تیرے لئے کہاں سے آیا ہے؟'' اس سوال میں حضرت زکریاؑ نہایت لطیف رنگ میں حضرت مریمؑ کی توجہ کو رزق عطا کرنے والے ربّ کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت مریمؑ آپ کے اس حُسن سوال کو سمجھ جاتی ہیں اور عرض کرتی ہیں هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ! کہ یہ رزق اللہ کی جناب سے عطا ہوا ہے۔'' (آل عمران:۳۸) حضرت مریمؑ کے اس جواب پر حضرت زکریاؑ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور اس حُسنِ جواب سے متاثر ہو کر ہی اُن کے دل میں نیک اور صالح اولاد کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ بے اختیار اپنے رب سے یوں دعا مانگتے ہیں:۔ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ'' (آل عمران:۳۹) ''اے میرے رب! تُو مجھے (بھی) اپنی جناب سے پاک اولاد بخش۔ تُو یقیناً دعاؤں کو بہت قبول کرنے والا ہے۔'' حضرت زکریاؑ کی اس دعا کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔ ''فرشتوں نے اُس کو جب وہ گھر کے بہترین حصہ میں نماز پڑھ رہا تھا آواز دی کہ اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کی ایک بات کو پورا کرنے والا ہو گا اور سردار اور (گناہوں سے) روکنے والا اور صالحین میں سے (ترقی کر کے) نبی ہوگا۔'' (آل عمران:۴۰) یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ نیک اور صالح اولاد کی خواہش کرنا اور اولاد کی اصلاح اور تربیت کے لئے مسلسل دعائیں کرتے چلے جانا اور اولاد کو حسبِ موقع نصائح کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا انبیاء علیھم السلام اور اللہ کے صالح بندوں کی سنت ہے اور تربیت اولاد کا اولین اور بنیادی ذریعہ ہے۔

اولاد کے حق میں دعاؤں کا ذکر کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک حکیم اور پیارے بندے حضرت لقمان کی اُن نصائح کا یہاں ذکر کر دیا جائے جو آپ نے اپنے فرزند کو کیں۔ یہ وہ اہم اور بنیادی نصائح ہیں جن میں ہر شخص اور اس کی اولاد کے لئے دنیا و آخرت کو سنوارنے والے زرّیں اصول اور پر حکمت ہدایات پائی جاتی ہیں۔ سورۃ لقمان کی آیت ۱۴ اور آیات ۱۷ تا ۲۰ کا ترجمہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''اور (یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے! اللہ کا شریک کسی کو مت قرار دے۔ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ اے میرے بیٹے! بات یہ ہے کہ اگر ایک عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو پھر وہ (رائی کے برابر عمل کسی) پتھر میں یا آسمانوں میں یا زمین میں چھپا ہوا ہو تو اللہ اُس کو ظاہر کر دے گا۔ اللہ باریک سے باریک راز کو پالینے والا اور بہت خبردار ہے۔ اے میرے بیٹے! نماز کو قائم رکھ اور معروف باتوں کا حکم دیتا رہ اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتا رہ اور جو (تنگی ترشی) تجھے پہنچے اُس پر صبر سے کام لے یہ بات یقیناً نہایت ہی ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ اور اپنے گال لوگوں کے سامنے (غصہ سے) مت پُھلا۔ اور زمین میں تکبّر سے مت چل۔ اللہ یقیناً ہر شیخی کرنے والے اور فخر کرنے والے سے پیار نہیں کرتا۔ اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھا کر (کیونکہ) آوازوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے''۔

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور کسر صلیب

(قسط اول)

تحریر: میاں عبدالقیوم صاحب ایم اے راولپنڈی

حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری زمانہ میں عیسائیت کے غلبہ کا ذکر فرمایا اور اس کے استیصال کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور کی خبر دی کہ وہ کسر صلیب کرے گا۔ صلیب کے توڑنے سے مراد عیسائی عقائد کا ہر پہلو باطل ہونا ثابت کرنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ.........'' (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

اس مضمون کی اور کئی احادیث بھی ہیں۔ احادیث میں مروی ان پیشگوئیوں کا ظہور حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ ہوا جنہوں نے نہ صرف عقلی و نقلی دلائل و براہین سے عیسائیت کے غلط عقائد کو باطل ثابت کیا آپ نے اپنی مختلف کتب میں عیسائیت کے تمام عقائد پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''......دیکھو! انسان اپنی انسانی حدود اور ہیئت کے اندر ترقی مدارج کر سکتا ہے نہ یہ کہ وہ خدا بھی بن سکتا ہے۔ جب انسان خدا بن ہی نہیں سکتا تو پھر ایسے نمونہ کی کیا ضرورت جس سے انسان فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ انسان کے واسطے ایک انسانی نمونہ کی ضرورت ہے جو کہ رسولوں کے رنگ میں ہمیشہ خدا کی طرف سے دنیا میں آیا کرتے ہیں نہ کہ خدائی نمونہ کی جس کی پیروی انسانی مقدرت سے بھی باہر اور بالاتر ہے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا خدا کا منشاء انسانوں کو خدا بنانے کا تھا کہ ان کے واسطے خدائی کا نمونہ بھیجا تھا.........'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۱۶ جدید ایڈیشن)

اس اقتباس میں ایک اہم بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ ہر اک نوع اپنے نوع کے لئے نمونہ بن سکتی ہے۔ یہ اصول ہمیں تمام کائنات میں کارفرما نظر آتا ہے۔ اس کے مطابق انسانوں کا موازنہ و مقابلہ انسانوں سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی مذہبی تاریخ گواہ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انسانوں کی اصلاح کے لئے فرشتے نازل کر دئے گئے ہوں یا کوئی اور مخلوق ایسی بھیج دی گئی ہو جو نوع انسان سے نہ ہو۔ اس لئے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے بقول عیسائیوں کے دو ہزار برس پہلے نسل انسانی کی اصلاح اور راہ نمائی کے لئے بطور نمونہ ایک ابن اللہ کو بھیج دیا تھا۔ کسی طرح درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر یہ اصل قبول کر لیا جائے تو حضرت عیسیٰؑ جنہیں عیسائی بطور ابن اللہ پیش کرتے ہیں۔ ایسے ابن اللہ نسل انسانی کی اصلاح کے لئے آئندہ بھی نازل کئے جاتے اور دنیا میں یہ اصول رائج ہو جاتا کہ خدا کے بیٹے انسانوں کے لئے راہ نما بن کر آیا کریں گے۔

O پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ نسل انسانی کے لئے ابن اللہ کا بھیجا جانا جہاں سنت اللہ اور عقل کے منافی ہے وہاں اس کا فائدہ بھی تو کوئی نہیں کیونکہ ابن اللہ جو خدائی طاقت ۔ خدائی قدرت اور خدائی علم رکھتا ہے انسان کی طاقت ۔ قدرت اور علم کا اس سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ۔ اگر یہ ابن اللہ کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اس کی خدائی طاقتیں اس کا موجب بن جاتی ہیں اور واضح ہے کہ انسان اس قسم کے کام ہرگز نہ کرسکتا اس صورت میں خدائی نمونہ انسانوں میں نازل کرنا ایک لغو کام بن جاتا ہے جو خدائے ذوالعرش سے بعید ہے۔

O پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بقول عیسائیوں کے حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے تھے اب فیصلہ یہ کرنا ہے کہ کیا بیٹا اچھی چیز ہے یا بری چیز ہے۔تو واضح ہو کہ انسانی نقطہ نگاہ سے انسانوں کے بیٹے بہر حال نعمت ہیں ۔ وہ باپ کے قائمقام اور اس کے مددگار ہوتے ہیں اور عیسائیوں کے نقط نگاہ سے خدا کا بیٹا عظیم الشان نعمت ہے اب ہمارا سوال یہ ہے کہ خدا باپ نے یہ اچھی بات آئندہ کے لئے کیوں ترک کر دی اور مزید بیٹے پیدا کرنے کیوں بند کر دئے اور کیوں انسانوں کو اس فضل سے محروم کر دیا اگر کہا جائے کہ خدا کا بیٹا ہونا اچھی بات نہ تھی اس لئے خدا نے بعد میں بیٹا بنانا ترک کر دیا۔ اس صورت میں خدا باپ کو چاہئے تھا کہ وہ اس اکلوتے بیٹے کو بھی برا کہتا لیکن وہ تو اس سے بہت خوش ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول رہا ہے اور اسے اپنے تخت پر دائیں طرف بٹھا رہا ہے۔ اگر عیسائی کہیں کہ خدا کا ایک ہی بیٹا تھا اس لئے وہ مزید بیٹے پیدا نہیں کر سکتا۔ تب خدا باپ اپنی خدائی سے ہاتھ دھو لیتا ہے کیونکہ جب اس نے ایک بیٹا پیدا کر لیا اور اسے دنیا میں بھیج بھی دیا۔ تو بیٹا پیدا کرنا اس کی خدائی کی ایک بڑی صفت اور دلیل ٹھہرا۔ اگر وہ مزید بیٹے پیدا نہیں کر سکتا تو اس کی خدائی پر الزام آ جاتا ہے اگر کہا جائے کہ خدا باپ خود مزید بیٹے پیدا نہیں کرنا چاہتا تو وہی پہلا اعتراض وارد ہو گا کہ خدا جو رحم اور محبت ہے اس نے کیوں یہ فضل اور کرم کا سلسلہ ترک کر دیا۔ اگر عیسائی کہیں کہ خدا باپ نے یہ فیصلہ نہیں کیا بلکہ کسی اور ہستی نے یہ حکمنامہ جاری کیا ہے تب ایک تیسرے زبردست خدا کا امکان نظر آتا ہے اور یہ عقیدہ کسی کا بھی نہیں۔

O یہ بھی سوچنا چاہئے کہ خدا نے اپنا بیٹا دنیا میں کیوں بھیجا۔ اس کے جواب میں عیسائی کہتے ہیں کہ کیونکہ آدم اور حوا نے گناہ کیا اور وہ گناہ انسان کی فطرت میں آ گیا۔ اب کوئی انسان بغیر گناہ کے نہ تھا تب خدا نے اپنے بیٹے کو جو ہر قسم کے گناہ سے مبرا تھا دنیا میں بھیجا تھا تا وہ صلیب پر چڑھ کر انسانوں کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ اگر یہ اصول درست ہے تو پھر اس ابن اللہ کو تمام نسل انسانی کے گناہ کا کفارہ ہونا چاہئے تھا، چاہے وہ اس پر ایمان لائیں یا نہ لائیں، چاہے اسے جانیں یا نہ جانیں۔ لیکن عیسائی کہتے ہیں کہ وہ صرف اس کا کفارہ ہو گا جو اس پر ایمان لائے گا۔ اس طرح اربوں لوگ جو دنیا کے مختلف کونوں میں آباد رہے ہیں۔ جنہیں حضرت عیسیٰؑ کا پیغام نہیں پہنچا۔ ان کا کیا قصور ہے کہ وہ اس کفارہ سے مستفید نہ ہوں۔ اور خاص طور پر آج کل کے زمانہ میں جہاں گناہ اتنا بڑھ گیا ہے اور جو دنیا کے کونے کونے میں تیزی سے پھیل گیا ہے جس کی آج سے دو ہزار برس پہلے کے گناہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ۔ تو اب تو کسی اور بڑے ابن اللہ کی ضرورت تھی۔

○ یسوع ابن مریم کو خدا کا حقیقی اکلوتا بیٹا ماننے کی صورت میں ایک سوال یہ ابھرتا ہے کہ خداباپ نے اپنے بیٹے کی تخلیق کے لئے ایک کمزور عورت کیوں اختیار کی؟ عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح صلیب کے واقعہ کے بعد آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔ یہ پرواز کئی طریق سے ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے فرشتہ اٹھا کر لے گیا۔ یا خود ہی پرواز کر کے خدا کے داہنے ہاتھ جا کر بیٹھے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں خدا کو کیا مشکل پیش آئی تھی کہ جس طرح اس نے اپنے بیٹے کو آسمان پر اٹھالیا تھا۔ اسی طرح اپنی قدرت نمائی سے انہیں زمین پر نازل بھی کر دیتا۔ نزول کے لئے ایک نیک پاکباز اور معصوم کنواری عورت کیوں چنی گئی۔ اناجیل اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ بہت پریشان تھیں۔ ان لوگوں کی زبانیں کیا کیا باتیں کرتی ہوں گی۔ حضرت مریم کو روزانہ یہودی مردوں اور عورتوں کے طعن اور قہر آلود نگاہوں کو برداشت کرنا پڑتا ہوگا۔ حتیٰ کہ یوسف جن سے ان کی منگنی ہوگئی تھی اس نے بھی انہیں چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ خدا کے فرشتہ نے اپنی خواب میں ظاہر ہو کر اس پر حقیقت ظاہر کی۔ حضرت مریمؑ چاہے دل سے کتنا یقین رکھتی ہوں کہ یہ خدائی فعل ہے لیکن انسانوں میں رہتے ہوئے وہ کن صبر آزما حالات سے گزرتی ہوں گی۔ نتیجۃً وہ بچہ کی ولادت کے وقت کسی دور کے علاقہ میں چلی گئیں۔ یہ ان کا پہلا بچہ تھا جو ایک عورت کے لئے بہت سخت وقت ہوتا ہے۔ ان کے پاس اس وقت کوئی اور عورت رشتہ دار موجود نظر نہیں آتی۔ کھانے پینے کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کا خاوند یوسف بھی اس وقت موجود نہ تھا۔ تب بے اختیار ان کی زبان پر جاری ہوتا ہے کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میرا نام ونشان مٹ چکا ہوتا۔ یہ کیسی دردناک اور قابل رحم حالت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس میں حضرت مریمؑ کا کیا قصور تھا کہ خداباپ نے انہیں اس حالت میں رکھا۔ ان پر کمزوری وارد کی اور ان کی ایسی بے بسی کی حالت میں ابن اللہ کی ولادت کی۔ اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ خداباپ نے اپنے اکلوتے بیٹے کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ولادت کے بعد یہ بچہ بجائے کسی اچھی اور محفوظ جگہ میں رکھا جاتا اسے خداباپ نے جانوروں کی چرنی میں رکھا۔

○ پھر خدائی طاقتوں کو مدنظر رکھ کر یہ بھی بہت ممکن تھا کہ خداباپ اپنی قدرت نمائی سے حضرت مریم کے یہ دن آسان کر دیتا لیکن اس نے ایسا بھی نہیں کیا۔

پھر بعد میں اس ابن اللہ کی پرورش کا مسئلہ ہوگا۔ جب خداباپ کا یہ اکلوتا بیٹا چھوٹا ہوگا تو ہم ہر صاحب فہم وذکا سے باادب سوال کرتے ہیں کہ کیا ایسی کمزور ہستی کو خدائے قادر ومقتدر کا اکلوتا بیٹا مانا جاسکتا ہے؟ اس پر اگر کہا جائے کہ وہ اکلوتا بیٹا خود فرماتا ہے کہ میں ابن آدم ہوں اسی لئے انسانوں کی تمام حالتیں ان پر وارد ہونا ضروری تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ ابن آدم تھے اور دلیل یہ ہے کہ ان پر تمام انسانی اور ابن آدم والی حالتیں وارد ہوئیں۔ تو وہ کسی صورت میں ابن اللہ نہ تھے۔ اس طرح ابن اللہ کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گر جاتی ہے۔

یہاں ایک اور مشکل پیش آتی ہے کہ اگر یسوع مسیح یہ ہے کہ وہ ابن آدم ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ کسی آدم کا ان کی پیدائش میں کوئی دخل ہی نہیں۔ اس صورت میں وہ محض ابن مریم قرار پاتے ہیں اور قرآن مجید بھی آپ کو ابن مریم

کے نام سے ہی پکارتا ہے۔ اگر آپ ابن مریمؑ ہیں تو پھر بھی ابن اللہ کی عمارت گر جاتی ہے۔ پھر ایک اور مشکل پیش آتی ہے کہ اگر یسوع مسیح بقول عیسائیوں کے ابن اللہ تھے اور حضرت مریمؑ ان کی حقیقی والدہ تھیں۔ تو اس ابن اللہ کی حقیقی والدہ سے جو کسی اور انسان سے مزید بچے پیدا ہوں وہ اپنی ابن اللہ کی والدہ سے ضرور کچھ نہ کچھ خدائی کا حصہ پائیں۔ بہر حال عقلی لحاظ سے وہ عام انسانوں سے بالا ہوں گے۔ ان سے جو آگے مخلوق کا سلسلہ چلے گا وہ بھی خدائی طاقتوں سے کچھ نہ کچھ ضرور حصہ رکھتے ہوں گے۔

○ اب دیکھئے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی اپنی بیان کردہ تشریح کو بالائے طاق رکھ کر تورات اور دیگر صحائف میں عام مستعمل تشبیہی لفظ کو حقیقی بنا کر اور عام القاب کو اور رنگ دے کر کتنے مسائل پیدا کر دئے ہیں۔ انسانی عقل اور مذہبی تاریخ حیران ہے کہ کیا یہ مذہب آسمانی ہے۔ یہ تو عام انسانی عقل و فہم کو بھی اپیل نہیں کرتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب تصوراتی نظریات پر کسی مذہب کی بنیاد رکھ دی جائے تب انسان ہر لحاظ سے نیچے سے نیچے گرتا چلا جاتا ہے۔

الغرض عیسائیوں کے عقائد پر اتنے عقلی و نقلی اعتراضات اٹھتے ہیں جن کا جواب ناممکن ہے۔ اس مخمصہ کا ایک ہی حل ہے جو خود بائبل پیش کرتی ہے کہ مذہبی دنیا میں خدا کے بیٹے کے لفظ کو خدا سے قرب اور تشبیہہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یوحنا کی انجیل ۳۷-۳۲/۱۰ میں بہت خوبصورتی سے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ اس صورت میں خدا جتنے بھی بیٹے پیدا کرے وہ سب اس کی طرف سے نعمت ہوں گے۔ اور آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ سب خدا کے بیٹے تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں رہتی۔ خود حضرت عیسیٰ نے اپنے آپ کو کس رنگ میں پیش فرمایا اور یہودی عوام نے کیا سمجھا۔ جبکہ قرآن مجید تو جس خدا کو پیش فرماتا ہے وہ واحد لاشریک ہے.......... نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ (جاری)

بقیہ از صفحہ ۲۲

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو دو گلاس دودھ پلانا:

حضرت اقدس کی اسی رؤیا کو حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اپنی بیاض میں اس طرح درج فرمایا:-

''نورالدین کو دو گلاس دودھ کے پلائے ایک ہم نے خود دیا اور دوسرا اس نے مانگ کر لیا اور کہا سرد ہے پھر دودھ کی ندی بن گئی اور ہم اس میں نبات کی ڈلی ہلاتے جاتے ہیں۔''

(جیبی بیاض حضرت خلیفۃ المسیح اول........ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۶۷۷)

گھوڑے سے گرنا:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی........ نے تحریر فرمایا:-

عرصہ قریباً پانچ سال یا اس سے زیادہ عرصہ گزرا کہ حضرت صاحب نے اپنا ایک خواب شائع کیا تھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گرے ہیں جو کہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو بعینہ پوری ہوگئی۔

(تشحیذ الاذہان ماہ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۳۹۹ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم ص ۷۸۸)

O

وعدہ اس کا وفا مدام ہوا
پھر عطا ہم کو اک امام ہوا
اس کی صورت کی رونمائی کا
آسمانوں سے اہتمام ہوا
خُوب سے خُوب جلوہ آرائی
خُوب سے خُوب یہ نظام ہوا
نقش میں نقش ہو گیا زنجیر
حُسن ہی حُسن کا مقام ہوا
نُور و محمود و ناصر و طاہر
عشق مسرور ہے جو نام ہوا
باقی سب دائرے شکستہ ہیں
اِک تیرے نقش کو دوام ہوا
گردشیں اب غلام ہیں اُس کی
جو کوئی آپ کا غلام ہوا
بن گئی دھڑکنوں میں اک تصویر
آج تو ہم سے ہمکلام ہوا
اس قدر روشنی تھی چہرے پر
ماہ کیا مِہر بھی تمام ہوا

ناصر احمد سیّد

بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت

(آخری قسط)

تحریر: مولانا سلطان محمود انور صاحب

بہائی طبقہ میں بہاء اللہ کے دعاوی کے بارے میں وسیع اختلافات ہیں۔ایک طبقہ کا یہ خیال ہے۔کہ بہاء اللہ کا مقام نبی و رسول والا ہی ہے۔لیکن اس کے برعکس دوسرے گروہ کا موقف ہے۔کہ بہاء اللہ نے کبھی بھی اپنے آپ کو نبی و رسول کی حیثیت میں پیش نہیں کیا۔اور یہی موقف حقائق سے قریب ہے۔پھر ایک طبقہ کا یہ موقف ہے۔کہ بہاء اللہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی۔لیکن اس کے برعکس دوسرے گروہ کا یہ اعلان ہے۔کہ بہاء اللہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ بہاء اللہ خود وحی کا نازل کرنے والا تھا۔اور بہائیت کی بنیادی کتاب ''اقدس'' خود بہاء اللہ کی نازل کردہ ہے۔اس الجھاؤ کا شکار خود بہائی قلمکار بھی ہیں۔اس لئے انہوں نے برملا اقرار کر رکھا ہے۔کہ آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری اور الٰہی عناصر کے درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا۔ایسا صاف خط کھینچنے میں بہائیوں کی مجبوری یہ ہے کہ بہاء اللہ جہاں ہر طرح کی بے بسی اور قید و بند کا شکار تھا، وہاں اس نے اپنی اس بیمثال بے بسی کے تدارک کے لئے الوہیت کے جذبات وتصورات کا سہارا لیا فرش پہ پڑا عرش کی سیریں کرتا تھا۔اور چنانچہ بہاء اللہ خود اقراری ہیں۔اور لکھتے ہیں۔

''ارض طہران کے قید خانے میں قیام کے دوران زنجیروں اور بیڑیوں کی تکلیف اور بدبودار ہوا کی وجہ سے نیند بہت کم آتی تھی۔لیکن بعض دفعہ جب نیند آتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا۔کہ سر کے اوپر سے کوئی چیز سینے پر گر رہی ہے۔........ اس وقت زبان وہ کچھ بیان کرتی تھی جسے سننے کی کسی کو تاب و طاقت نہیں''

قارئین! اس ماحول کا تصور کریں جہاں زنجیروں، بیڑیوں کی تکلیف، بدبودار ہوا۔نیند اُچاٹ، ایسی حالت اور ایسے ماحول میں کسی پاکیزہ وحی والہام کا کوئی امکان رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ہاں ایسی عبرتناک حالت میں بہاء اللہ وحی کے نزول کا اقرار نہیں کرتے البتہ ان کی اپنی زبان بقول ان کے ''وہ کچھ بیان کرتی تھی۔جسے سننے کی کسی کو تاب و طاقت نہیں۔'' بلاشبہ اگر وحی والہام کا خدا تعالیٰ کی طرف سے نزول ہوتا۔تو اس کا رنگ ونقشہ اور ہوتا۔لیکن بہاء اللہ کی زنجیروں بیڑیوں میں گرفت اور بدبودار ہوا اور نیند اچاٹ کے نتیجہ میں محض زبان کی تیزیاں تھیں۔اسی لئے بہائی قلمکاروں کو خود اعتراف ہے۔کہ کتاب اقدس جو بہائی طبقہ کی بنیادی کتاب ہے۔وہ خدا کی طرف سے نازل نہیں کی گئی۔بلکہ خود نازل کرنے والا بہاء اللہ ہی تھا۔چنانچہ بہائی یہ اقرار کرتے ہیں۔کہ:۔

''حضرت بہاء اللہ نے عکاّ میں نظر بندی کے زمانہ میں دیگر الواح کے علاوہ کتاب اقدس اور لوح ابن ذئب بھی نازل فرمائیں۔''

بہاء اللہ جس ماحول میں تھے۔ اس ماحول میں انہیں اپنی الوہیت وخدائی کا جنون پیدا ہونا ایک ایسی کیفیت تھی۔ جو ان کی طاقت اور فکر سے باہر تھی۔ اور جو کچھ ان کی زبان سے نکلا وہ وحی والہام تو ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا کرتی ہے۔ ہاں بہاء اللہ کی ذہنی بے بسی اور بے قابو کیفیت کا نتیجہ ضرور تھا۔ جسے اقدس کا نام منچلوں نے دے رکھا ہے۔ اور اقدس کو پڑھ کر انسان آسانی سے اس ماحول کا اندازہ کر سکتا ہے۔ جس میں بہاء اللہ نے اس کو ''نازل'' کیا۔ چنانچہ بہاء اللہ کی اس ذہنی کیفیت کو عیاں کرنے والے بعض امور اختصار سے ذیل میں درج ہیں۔

(۱) بہائیوں کی شریعت کی کتاب 'اقدس' خدا تعالیٰ کی نازل کردہ نہیں۔ کیونکہ بہاء اللہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اپنے ذہنی تخیلات کو بہاء اللہ خود لفظی جامہ پہناتے۔ اور اس کو بہائی خدائی کلام تصور کر بیٹھے چنانچہ ''اقدس'' کے تعارف والے حصہ میں حسب ذیل اقرار موجود ہے۔ کہ:۔

''کتاب اقدس اول سے آخر تک خود صاحب شریعت کی نازل کی ہوئی ہے''

پھر بہاء اللہ کا یہ اقرار بھی قابل توجہ ہے۔ کہ جو اس کتاب اقدس کے تعلق میں ہے لکھتے ہیں:۔

''یہ وہ آسمان ہے جس کو ہم نے اپنے اوامر ونواحی کے ستاروں سے مزین کیا ہے''

پس ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بہاء اللہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل نہ ہوتی تھی۔ جو کچھ وہ کہتے لکھتے رہے یہ سب ان کی اپنی ذہنی فکری کیفیت کو خود اپنے الفاظ میں پیش کرنا تھا۔

(۲) بہاء اللہ کی دماغی کیفیت کا مزید انکشاف اس کے اس اقرار واظہار کے ذریعہ ہو رہا ہے لکھتے ہیں:۔

''مَادُوْنِیْ قدر خُلِقَ بِأَمْرِی'' یعنی میرے سوا جس قدر موجودات ہیں۔ سب میرے اُمر سے پیدا ہوئی ہیں'' کیا کوئی بہائی دنیا میں موجود ہے۔ جو بہاء اللہ سے اتنا پوچھ لے۔ کہ موصوف نے جب ساری موجودہ کائنات کے پیدا ہونے کا حکم جاری کیا تھا۔ تو وہ خود بنفسِ نفیس کہاں اور کس دنیا میں تھے۔؟

(۳) بہاء اللہ سے آج مندرجہ بالا سوال پوچھنے سے بہائی لوگ یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ کہ آج بہاء اللہ دنیا میں موجود نہیں۔ کیونکہ بہاء اللہ کی الوہیت کا ایک پہلو خود بہاء اللہ کا بیان کردہ اور بہائیوں کا قبول کردہ یہ بھی ہے کہ بہاء اللہ نظروں سے پوشیدہ ہو جانے کے بعد بھی (یعنی وفات کے بعد بھی) گویا حاضر ناظر ہے، چنانچہ لکھا ہے۔

''ہم تمام احوال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ اور قوت حق کے ساتھ تمہاری مدد کریں گے'' بے شک ہم قادر ہیں۔'' پس بہائیوں کو یہ اقرار کر لینا چاہئے۔ کہ بہاء اللہ مرا نہیں۔ یا مر کر بھی قادر ہے پھر اس سے یہ دریافت کرنے میں کیا روک ہے۔ کہ موجودات یعنی کائنات کی تخلیق کا حکم جاری کرتے وقت بہاء اللہ خود کہاں تھا۔ اور اب قادر کے طور پر کہاں بیٹھ کر قوت حق کے ساتھ بہائیوں کی مدد کر رہے ہیں۔ آسمان پر یا زیر زمین؟

(۴) بہاء اللہ نے اپنی الوہیت کا ایک اور دعویٰ ان الفاظ میں کیا ہے اور حکم دیا کہ نماز کے وقت ''اپنے منہ میری مقدس سمت کی طرف کرو'' کیا کوئی بہائی ایسا تھا یا موجود ہے جس نے نماز کی ادائیگی ایسی حالت میں کی ہو جبکہ بہاء اللہ

زندہ سامنے موجود تھے۔ اور بہائی نماز میں اس کی طرف سجدہ میں پڑا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو بہاء اللہ کے معبود و مسجود ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بہاء اللہ کی زندگی میں بہائی نمازیں ادا نہ کرتے ہوں۔ کیونکہ کسی کو کیا علم کہ کسی کی نماز کے وقت بہاء اللہ کہاں اور کس جانب ہے۔

(۵) چلئے بہاء اللہ کی وفات کے بعد بہائی اگر نماز پڑھتے ہیں۔ تو ان کا قبلہ ان کی وفات یافتہ الہ کی ابدی آرامگاہ کو بہاء اللہ خود قرار دے گئے۔ اگر بہائیت کے علاوہ کوئی اور شخص اپنی نماز میں کسی کی قبر کو سجدہ گاہ ٹھہرائے۔ تو دنیا اسے مشرک اور قبر پرست کہتی ہے۔ لیکن بہاء اللہ اگر خود ساختہ الوہیت کا مجسمہ نہیں تھا۔ تو اپنی زندگی میں بہائیوں کی نماز کا قبلہ بنفس نفیس اور مرنے کے بعد اپنی قبر کو بہائیوں کی نماز کا قبلہ ٹھہرا گیا۔ یہ فیصلہ بہائی لوگ ہی کریں کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی ذات مسجود و معبود ہوتی ہے یا ایک فانی مجسمہ انسانی؟ لیکن اس کا جواب بہائی نہیں دے سکتے اور حقیقت الامر یہی ہے۔ کہ بہاء اللہ اپنی ذات کو الوہیت کا مقام و مرتبہ دیتا رہا۔ اور بہائی اگر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ تو بلا شبہ ان کی نماز و عبادت بہاء اللہ کے لئے وقف ہے۔ حقیقی خالق و مالک کائنات خدا کی ذات کی طرف ان کا رخ نہیں۔ اور اس سے بڑھ کر بہاء اللہ کی مزعومہ الوہیت کا کیا ثبوت انہیں مطلوب ہے۔

(۶) یہاں بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت کا ذکر ہو رہا ہے۔ کہ موصوف بہائیوں کی نماز میں معبود و مسجود تھا۔ لیکن جہاں تک نماز کا تعلق ہے۔ بہائیوں میں نماز کے متعلق کوئی حتمی نماز، طریقۂ نماز، رکعاتِ نماز، اوقات نماز، باجماعت نماز وغیرہ امور محض قیاسی اور مفروضے سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ چنانچہ نماز کی تفصیل کے ذیل میں لکھا ہے۔ کہ :-

''چند مصلحتوں کے سبب'' حضرت بہاء اللہ نے اصل نماز ایک الگ لوح میں نازل فرمائی اسے آپ کی حیات مبارکہ کے زمانے میں مومنین کے لئے جاری نہ کیا گیا۔ کیونکہ اسے مروج تین نمازوں کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا تھا۔

حضرت بہاء اللہ کے صعود کے تھوڑی دیر بعد آپ کے میثاق کے ناقضِ اکبر میرزا محمد علی نے اس لوح کو کئی دوسری اَلواح کے ساتھ چوری کر لیا''

گویا بہاء اللہ نے تین مروج نمازوں کے خلاف اصل نماز ایک الگ لوح میں نازل کی۔ چند مصلحتوں کے تحت وہ اس لوح کو زندگی میں جاری نہ کر سکے (کیسے بے بس اور بیچارگی کے مارے ہوئے الہ سے بہائیوں کو واسطہ پڑا!) وہ خاص لوح صلوٰۃ بعد از اں مرزا محمد علی نے چوری کر لی۔ اور بہائی لوگ بیچارے تین نمازوں کے چکر میں پھنسے رہ گئے۔ کیا بہائیوں کے معبود و مسجود جس کو وہ علیم و خبیر بھی مانتے ہیں۔ اس کو یہ علم نہ تھا۔ کہ مرزا محمد علی اس کی لوحِ صلوٰۃ چوری کر لے گا۔

(۷) چنانچہ بہاء اللہ کا دعویٰ بلکہ اعلان عام تھا کہ :-

'اے اہل عالم! مالک اسماء کی ندا کو غور سے سنو جو تمہیں سجن اعظم میں اپنے مسکن سے پکار رہا ہے ''یقیناً کوئی خدا نہیں سوائے میرے۔ میں ہی مقتدر، متکبر، مسخر، متعالی، علیم اور حکیم ہوں'' بے شک اس کے سوا کوئی خدا نہیں وہی تمام عالمین پر مقتدر ہے۔.....''

یہاں بہاء اللہ کی سوچ، اور زبان دونوں کھل کر سامنے آ گئے ہیں کہ ایک طرف دعویٰ ''تمام عالمین پر مقتدر'' ہونے

کا۔مگر اپنا مسکن ''سجن اعظم'' بلاشبہ ایسا خدا دنیا میں کوئی نہیں نہ کبھی پہلے تھا۔نہ کبھی آئندہ ہوگا جو تمام جہانوں پر اقتدار اور مالکیت کا مدعی ہو اور تمام جہانوں میں سر چھپانے کے لئے سجن اعظم یعنی قید خانہ میں بیچارا رہائش پذیر ہو۔ یہ بہاء اللہ کا بیان اس کی کتاب اقدس سے لیا گیا ہے۔کیا کوئی بہائی ایسا دنیا میں موجود ہے۔جو اس عبارت کو پڑھنے کے بعد بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت سے انکار کر سکے۔

(۸) بہاء اللہ سے ایک نوجوان نے دعا کے لئے رابطہ کیا۔تو بہاء اللہ نے اسے راہنمائی کرتے ہوئے تاکید کی۔کہ مجھ سے درخواست حسب ذیل الفاظ میں کر۔اور مجھے حسب ذیل طریق سے مخاطب کر۔

''لَکَ الْحَمْدُ یَامُبْدِعَ الْاَکْوَانِ بِمَا ذَکَرْتَنِیْ فِی السِّجْنِ اِذْ کُنْتَ بَیْنَ اَیْدِی الْفُجَّارِ'' یعنی سب تعریف تجھ کو ہے اے کائنات کے پیدا کرنے والے کیونکہ تو نے مجھے قید خانہ میں یاد کیا۔جبکہ تو بدکاروں کے سامنے تھا۔

بہاء اللہ کی یہ تحریر بھی نہایت واضح ہے کہ قید خانہ میں بدکاروں سے دن رات کا واسطہ پڑا ہوا تھا۔ان سے چھٹکارا پانے کا کوئی راستہ موصوف کو نظر نہیں آتا۔مگر ایسی عبرتناک بے بسی میں ''مبدع الاکوان'' کا لیبل اپنی ذات پر سجا رکھا ہے۔مبدع الاکوان کے معنے ہیں کہ تمام جہانوں یا ساری کائنات کو بغیر کسی نمونہ کے پیدا کرنے والی ہستی۔اور وہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات ہی ہو سکتی ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قرار دیا ہے اور اسی شان کبریائی کو بہاء اللہ اپنی ذات کے ساتھ منسلک کر رہا ہے۔جبکہ جیل میں گل سڑ رہا ہے۔اور بدکاروں سے چوبیس گھنٹے کا واسطہ ہے۔

بہاء اللہ کے الوہیت کے دعاوی اور عملی اقدامات کے ثبوت لاتعداد ہیں۔چند ان میں سے درج کئے گئے ہیں۔عقل و شعور رکھنے والے کے لئے حقیقت تک پہنچنا مشکل نہیں۔اب آخر میں ایک بہائی سکالر کا قول درج کر کے اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔اگر بہائی طبقہ نے کوئی دفاعی قدم اٹھایا۔تو ان کی خدمت سے گریز نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ حق کو آشکار کرنا ایک دینی فریضہ ہے۔

بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت کے بارے میں بعض بہائی احباب ایسے ہیں۔جنہوں نے کھلے بندوں سچائی کا اعتراف کیا ہے کہ بہاء اللہ نے اپنی الوہیت کا جو نقشہ پیش کیا۔ہم اس پر مطمئن ہیں۔ان میں جناب مرزا حیدر علی بہائی مبلغ لکھتے ہیں۔''بالوھیت حیّ، لایزال ، بے مثال، جمال قدم مذعن و مطمئن گشتیم۔'' (بہجۃ الصدور) کہ ہم اہل بہاء جمال قدم بہاء اللہ کی الوہیت کے عقیدہ پر مطمئن ہو چکے ہیں۔''

پس ساری بحث کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہے۔کہ بہاء اللہ ایک بے بس، مجبور، مسجون یعنی قیدی ہوتے ہوئے اپنی خدائی کے خواب جاگتے دیکھنے والی شخصیت تھی۔اس کے عاجز بشر بندہ ہونے کے بارے میں ہرگز کسی کو شبہ نہیں۔ہاں بے بس عاجز، قید و بند اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے وہ خدائی کا مدعی تھا۔خدا کرے بہائیوں کو یہ حقیقت سمجھنے کا شعور نصیب ہو۔

قرار دادِ تعزیت بر وفات محترم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب

معاون صدر مجلس انصار اللہ پاکستان

مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان کا یہ اجلاس اپنے دیرینہ رفیق کار محترم ومکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب کی المناک وفات پر دلی صدمہ اور رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ آپ نے ۲۹ مارچ ۲۰۰۴ء کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بعمر ستر سال وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ محترم بابو عبدالغنی انبالوی صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ انبالہ کے صاحبزادہ اور حضرت چوہدری سربلند خان صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ کے نواسے تھے۔ محترم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عمر بھر کسی نہ کسی رنگ میں ہمیشہ خدمتِ دین کی توفیق بخشی۔ ۱۹۶۱ء میں ایم ایس سی کے بعد تعلیم الاسلام کالج میں سروس اختیار کی۔ ایک طویل عرصہ تک آپ کو خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجلس عاملہ میں پھر مجلس انصاراللہ پاکستان میں ۲۰۰۳ء تک قائد مال کے طور پر مثالی خدمت کی سعادت ملی اور اب معاون صدر کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔

تعلیم الاسلام کالج سے بطور وائس پرنسپل ریٹائر ہوئے تو اسی سال ایڈیشنل وکیل المال اول تحریک جدید مقرر ہوئے۔ علاوہ ازیں ممبر قضاء بورڈ، ممبر مجلس افتاء اور ممبر تدوین فقہ کمیٹی میں نمایاں خدمات کا موقع ملا۔ اسی طرح جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں آپ کو مختلف نظامتوں میں خدمت کے مواقع نصیب ہوئے۔ آپ کی تصنیف ''اسلام کا وراثتی نظام'' ایک یادگار خدمت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے جماعتی اخبارات و رسائل میں کئی مضامین شائع ہوتے رہے۔ آپ علمی ذوق رکھنے والے نہائت محنتی کارکن تھے۔

ہم محترم پروفیسر صاحب مرحوم کے پسماندگان اور عزیز واقارب سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اعلیٰ علیین میں ارفع مقام سے نوازے۔ آمین۔

(ہم ہیں اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان۔ ربوہ)

نصاب سہ ماہی دوم (اپریل تا جون ۲۰۰۴ء)

(۱) قرآن کریم پارہ ۲۹ نصف اول (۲) کتاب ''دینی معلومات کا بنیادی نصاب'' شائع کردہ مجلس انصاراللہ پاکستان (نیا ایڈیشن ۲۰۰۳ء) نصف آخر صفحہ نمبر ۱۰۷ تا صفحہ ۲۴۲۔ باب چہارم تا پنجم

ایک شگفتہ مزاج اور ہمدرد دوست

محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب کا ذکر خیر

از: سعید احمد مجید صاحب کینیڈا

وہ جن کے ساتھ بچپن گزرا۔ جوانی کی چند بہاریں دیکھیں ایسی سہانی یادوں بھری ربوہ کی زندگی ایک فلم کی مانند نگاہوں کے سامنے پھرنے لگی جب محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب کی خبر سنی کہ وہ بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ آپ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین (یکے از ۳۱۳ رفقاء حضرت اقدسؑ) کے پوتے اور محترم خلیفہ صلاح الدین صاحب کے فرزند ارجمند تھے۔

خاکسار ۸۳ء میں دارالیمن کا مستقل رہائشی ہوا تو محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب سے پہلے واقفیت اور پھر دوستی قائم ہوگئی۔ خاکسار کی فٹ بال کا ایک کھلاڑی ہونے کے سبب خلیفہ صاحب سے ایک تعلق اور دوستی ہوگئی ۱۹۸۳ء میں خاکسار نے ''یمن سپورٹس کلب'' بنایا گیا۔ صدر اور نگران اعلیٰ کے لئے ان سے درخواست کی گئی۔ اس وقت آپ کی ڈیوٹی دارالضیافت میں ہوتی تھی۔ بہت منت سماجت کے بعد مانے۔ اس طرح سپورٹس کلب کے حوالہ سے دوسرے تیسرے دن ملاقات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جو ۱۹۹۰ء تک جاری رہا۔

موصوف بڑے ہمدرد تھے جب بھی کسی کو رات گئے کوئی ضرورت پڑی یا پھر ٹیلیفون کرنے یا سننے کی ضرورت۔ رات ہو یا دن ان کا دَر سب کی مدد کے لئے کھلا ہی پایا۔ ہم نے تو جب بھی دیکھا ان کو ہنستے مسکراتے ہی پایا۔ نہ کبھی چہرے پہ تھکاوٹ نہ کبھی اکتاہٹ اور مہمان نوازی کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ ملتے ہی چائے کی پیشکش۔ کوئی بھی فنکشن ہو ہمیشہ خود ہی آگے آگے ہوتے۔ کہیں راہنمائی کر رہے ہیں تو کہیں خود تمام پروگرامز میں شامل۔ جماعتی طریق کار کے مطابق جب حضور انور کی آڈیو کیسٹ، ویڈیو کیسٹ دکھانے کا انتظام ہوا تو اکثر اپنی موٹر سائیکل یا کار ضرورت کے لئے مہیا کی۔ خاکسار نے دفاتر میں جب بھی ان کو دیکھا کوئی نہ کوئی ضرورت مند ان کے پاس ضرور دیکھا۔ چوکیدارے، مالی اور دوسرے غریب لوگوں کی ہر ممکن مدد کرتے پائے جاتے۔ جماعتی ضرورت کے تحت پہروں کا ایک لمبا عرصہ ربوہ میں رہا۔ اس عرصہ میں از خود چیک پوسٹوں پر آتے۔ گھر چائے تیار کر کے لاتے۔ کچھ دیر ہمارے ساتھ ضرور بیٹھتے۔ کوئی نہ کوئی ہدایت دیتے یا راہنمائی ضرور کرتے۔ کوئی چٹکلا یا مزاحیہ بات ضرور سناتے۔ رات کو جب بھی کبھی ضرورت کے لئے آپ کا گیٹ کھٹکھٹایا۔ فوراً پوچھتے خیریت ہی ہے نا۔ کیا چاہئے۔

بہت بامروت اور دوستوں کے دوست تھے۔ بازار جاتے ہوئے یا گھر واپس آتے ہوئے راستے میں کوئی نظر آتا فوراً اپنی

گاڑی کی ''لفٹ'' دیتے۔ ہر وقت ہونٹوں پر مسکراہٹ رہتی مگر جب بھی ملتے انکساری سے ملتے۔ سفید پوش مگر سادگی دیکھنے کو ملی۔ ربوہ ہی نہیں ربوہ سے باہر سے بھی بہت سے لوگ ان کے پاس مدد و راہنمائی کے لئے آتے تھے۔ اگر کبھی ہمیں بازار یا ایوان محمود دیکھ لیتا تو خود پہل کر کے پوچھ لینا کہ گھر جا رہا ہوں جانا ہے تو آ جاؤ۔ خدمت خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ ایک فدائی وجود تھے جو سب سے گھل مل جاتے تھے اکثر رات گئے اہل محلہ کو جب بھی ہسپتال جانے کی ضرورت پیش آئی ہر کسی نے آپ ہی کا در کھٹکھٹایا بچہ بیمار ہو یا کسی ایمرجنسی کے لئے ہسپتال جانا ضروری ہو تو ان کی کار تھی جو سب کے ایمبولینس تھی۔ گرمی ہو یا سردی خود ساتھ آتے متعلقہ ڈاکٹر سے مل کر پوری تسلی کر کے گھر واپس جاتے۔ نہ نیند کی پرواہ نہ تھکاوٹ کے اثرات۔

ہم نے کبھی ان کو غصے کی حالت میں یا اونچی آواز بولتے نہیں دیکھا۔ خصوصی پیار و محبت دل میں رکھتے تھے جس کا اظہار وہ کر بھی دیا کرتے اور اس کے لئے فکر مند بھی رہتے۔ انتہائی رقیق القلب۔ دوسروں کی تکلیف پر بے چین ہو جاتے۔ خلیفہ صاحب ہر بڑے چھوٹے کی توجہ کا مرکز تھے۔ خوش شکل۔ پرکشش شخصیت۔ اور نظافت نفاست کے آئینہ دار، آنکھوں میں ہر ایک کے لئے اپنائیت۔ نمود و نمائش سے دور۔ دلنواز مسکراہٹ اور تکلم میں قناعت تھی۔ پرانی یادیں کہ اُمڈی چلی آ رہی ہیں۔ حسین و خوشکن یادیں۔ ان کے ساتھ گزارے ہوئے دن۔ سہانے اور دلفریب بیتے ہوئے لمحے۔ ناقابل فراموش ماضی یادوں کا جھرمٹ کس کا نقاب اٹھاؤں اور کن کا رخ زیبا پیش کروں مگر ڈرتا ہوں کہ وہ وجود جو کل تک تھا آج ہم میں نہیں۔

خلیفہ صاحب جیسے.........لوگ محبت۔ اخوت۔ رواداری سے مالا مال اب کہاں؟ متلاشی آنکھیں کم کم ان کو ڈھونڈیں گی۔ ہماری آنکھیں ان کو ڈھونڈتی رہیں گی۔ انتظار کرتی رہیں گی وہ جو ہم سے دور چلے گئے ہیں۔ ہماری خواہشیں انہیں واپس نہیں لا سکتی۔ ہماری آنکھیں اسی دہلیز اور اسی گیٹ پر جمی رہ جائیں گی جہاں سے وہ خود اور ان کی کار نکلتی تھی، ہمیں ربوہ کا گولبازار اجنبی لگے گا گو کہ کچھ شناسا چہرے ضرور ہوں گے مگر ان میں خلیفہ صاحب نہیں ہوں گے۔ پیارے وجود کی یاد میں آنکھیں پُرنم ہوئی جاتی ہیں۔ آنسو چھلک پڑنے کو تیار۔ ایک پیارے کی یاد دل کی حالت کیا سے کیا کر گئی۔

جانا تو ہو گا ہی ہم سب نے۔ کوئی پہلے تو کوئی بعد میں اور خلیفہ صاحب ہم سے بازی لے گئے جانے کی جلدی تھی چلے گئے۔

''بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جان فدا کر''

دُعائے مغفرت:۔

مکرم میاں غوث محمد صاحب صدر جماعت احمدیہ کیلئے ۱۴ رمئی ۲۰۰۴ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مکرم میاں صاحب مرحوم ضلع شیخوپورہ کے ناظم انصاراللہ مکرم پروفیسر ثناء اللہ صاحب اور محمد عطاء اللہ صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ شیخوپورہ شہر کے والد ماجد تھے مقامی جماعت میں نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد بوجہ موصی ہونے کے میت کو تدفین کے لئے ربوہ لایا گیا اور بیت المبارک میں نماز جنازہ کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ قارئین سے درخواست ہے کہ محترم میاں صاحب کی مغفرت اور ان کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔ (ادارہ)

اخبار مجالس

(۱) مجلس انصاراللہ ضلع لاہور: ○ **دیہاتی مجالس کا تربیتی اجتماع:** مورخہ ۱۶/اپریل ۲۰۰۴ء ضلع لاہور کی دیہاتی مجالس کا تربیتی اجتماع بمقام آصل گرو کے میں منعقد ہوا۔ بعد نماز جمعہ تربیتی پروگرام کا آغاز ہوا جس میں مجلس انصاراللہ پاکستان کے نمائندگان مکرم مسعود سلیمان صاحب ومکرم نصیر احمد انجم صاحب اور مکرم بشیر احمد نیر صاحب اور مرزا ناصر محمود صاحب مربیان سلسلہ نے وقفِ عارضی کی اہمیت، برکات خلافت، مقام محمدیت اور سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''عبادات'' پر تقاریر کیں آخر میں مکرم کریم احمد ظفر صاحب نمائندگان مجلس ضلع لاہور کے اختتامی خطاب اور دعا سے یہ اجتماع انجام پذیر ہوا۔ پروگرام میں ۱۱۰/انصار اور دیگر احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: مکرم منیر مسعود صاحب ناظم انصاراللہ ضلع)

(۲) مجلس انصاراللہ ضلع حافظ آباد: ○ **ریفریشر کورس مجلس عاملہ:** مورخہ ۱۹ مارچ ۲۰۰۴ء کو ضلع حافظ آباد کی مجالس سے زعماء کی قیادت میں ۸۳۔ اراکین عاملہ ریفریشر کورس میں شامل ہوئے اس پروگرام میں مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نائب صدر اور مکرم شکیل احمد صاحب نائب قائد اصلاح وارشاد نے شرکت کی۔ عہدیداران کو شعبہ ایثار، اصلاح و ارشاد، تربیت نومبائعین، مال، تحریک جدید اور وقفِ جدید کی مساعی کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ نیز رپورٹ فارم کے تمام مندرجات کے بارہ میں بتایا گیا کہ اعداد وشمار درست اور معین طور پر دئے جائیں۔ تین گھنٹے کے اس پروگرام کا اختتام دعا اور شکریہ احباب کے ساتھ ہوا۔ الحمدللہ یہ پروگرام کامیاب رہا۔ (رپورٹ رانا سعید خالد نائب ناظم انصاراللہ)

(بقیہ از صفحہ ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب ومقبول رسول اور بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآن کریم کی شکل میں جو کلام نازل ہوا اس میں ہماری اور ہماری اولاد کی اصلاح اور تربیت کے لئے بہت سی دعائیں سکھلائی گئی ہیں اسی طرح احادیث میں آنحضورؐ سے بے شمار دعائیں مروی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قرآن کریم، سیرت نبویؐ اور احادیث کی کتب کو نہایت ادب کے ساتھ زیر مطالعہ رکھیں تا کہ آنحضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور اوصافِ حمیدہ پوری دلکشی کے ساتھ ہمارے قلوب واذھان میں نقش ہو جائیں اور ہم انہیں مشعلِ راہ بنا کر فلاح دارین حاصل کریں۔ پھر ہمارے رب نے ہم پر احسان.......... کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ کے عاشق صادق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسوۂ نبویؐ کی تصویر بنا کر بھیجا۔ آپؑ نے ہماری تربیت کے لئے جو تعلیم دی ہے ہمارا فرض ہے کہ اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں اور ان کی کتب کو زیر مطالعہ رکھیں اور حضرت اقدسؑ نے اپنی اولاد کے لئے جو دعائیں کی ہیں اس کا بغور مطالعہ کریں۔ حضورؑ کی ان دعاؤں کو آپؑ کے رب نے حد درجہ قبولیت کا شرف بخشا جو ایک آفتاب عالمتاب بن کر دنیا پر چمک رہی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنا خداداد مشن مکمل کر کے جب اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو دنیا نے سمجھا کہ جماعت اب گئی مگر حضرت اقدسؑ کی پاک صحبت اور دعاؤں سے فیض پانے والی آپؑ کی ساری اولاد کو دینِ حق کی خدمت کی شاندار توفیق ملتی ہے۔

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

ہے شکر رب عزوجل خارج از بیاں — جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں — ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا — وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا — ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا — شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہو گیا
وہ رہ جو ذاتِ عزوجلّ کو دکھاتی ہے — وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
وہ رہ جو یار گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے — وہ رہ جو جامِ پاک یقین کا پلاتی ہے
افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہو گئی — ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی
جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے — چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے — پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لدَ گئے
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے — بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

(انتخاب از کلام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

Monthly ANSARULLAH June 2004
Ph: 04524-212982
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL-34/CR-03

اہل اللہ کے افعال

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''............ ہمارے تجربہ میں آیا ہے کہ اہل اللہ قربِ الٰہی میں ایسے مقام تک جا پہنچتے ہیں جبکہ ربانی رنگ بشریت کے رنگ و بُو کو بتمام وکمال اپنے رنگ کے نیچے متواری کر لیتا ہے اور جس طرح آگ لوہے کو اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہے کہ ظاہر میں بجز آگ کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا اور ظلّی طور پر وہ صفات الٰہیہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔

اس وقت اس سے بدُوں دُعا والتماس ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو اپنے اندر الوہیت کے خواص رکھتے ہیں اور وہ ایسی باتیں منہ سے نکالتے ہیں جو جس طرح کہتے ہیں۔ اسی طرح ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور زبان سے ایسے امور کے صدور کی بصراحت بحث ہے۔ جیسا کہ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی. (الانفال :۱۸) اور ایسا ہی معجزہ شق القمر اور اسی طرح پر اکثر مریضوں اور سقیم الحال لوگوں کا اچھا کر دینا ثابت ہے۔ قرآن شریف میں جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی (النجم :۴) یہ اس شدید اور اعلیٰ ترین قرب ہی کی طرف اشارہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تزکیہ نفس اور قرب الٰہی کی ایک دلیل ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عبدِ مومن کے ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں وغیرہ وغیرہ ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اعضاء للّٰہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگین ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ایک الٰہی آلہ ہیں، جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعالِ الٰہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یا ایک مصفا آئینہ ہیں، جس میں تمام مرضیاتِ الٰہیہ بصفاء تام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہے۔ یا یہ کہو کہ اس حالت میں وہ اپنی انسانیت سے بکلّی دستبردار ہو جاتے ہیں۔ جیسے جب انسان بولتا ہے، تو اُس کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ لوگ اس کی فصاحت اور خوش بیانی اور قادر الکلامی کی تعریف کریں۔ مگر وہ لوگ جو خدا کے بلائے بولتے ہیں اور ان کی رُوح جب جوش مارتی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ایک موج اس پر اثر انداز ہو کر تموّج پیدا کر دیتی ہے اور اپنی آواز اور تکلّم سے وہ نہیں بولتے بلکہ الٰہی حال اور قال اور جوش سے۔ اور ایسا ہی جب وہ دیکھتے ہیں تو جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دیکھنے میں فکر شامل ہے۔ ان کی رؤیت اپنے دخل سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے نور سے۔ اور وہ ان کو ایک ایسی چیز دکھا دیتا ہے جو دوسری پُر غور نظر بھی نہیں دیکھ سکتی۔''

(ملفوظات جلد اول ص ۷۵ جدید ایڈیشن)

حاصل مطالعہ

حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا کیوں نشان نہیں ملتا

مترجم قرآن مجید علی احمد خاں دانشمند بی اے (علیگ) جالندھری لکھتے ہیں۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کافی مدت کے بعد جب حضرت عیسیٰؑ کے دین کے دشمن نے حضرت عیسیٰؑ کے سچے دین کی اصل تختیاں مٹا کر اس کے دین کے خلاف ایک دین بنایا اس میں تثلیث کا ایک ایسا مضحکہ خیز عقیدہ پیدا کیا کہ اہل شعور اسے قبول نہ کریں اور عیسیٰؑ کا دین پھیلنے سے رک جائے۔ سچے دین کے دشمن عمداً ایسا کرتے ہیں۔ انہوں نے ہر دین کو انتہائی سنگین، ظلم پر مبنی اور سخت بھاری بوجھل بنا کر لوگوں کو دین سے متنفر کیا۔

حضرت عیسیٰؑ کیلئے جب دشمن نے زندہ روحانی آسمان پر چلے جانے کا عقیدہ پیدا کیا تو اس نے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کو مسمار کر دیا۔ پس یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ حضرت عیسیٰؑ کی قبر ملے یا نہ ملے۔ اس کا نشان ہو یا نہ ہو۔ قرآن حکیم کی رُو سے وہ رسولوں جیسے تھے اور وہ دوسرے رسولوں کی طرح ماں کے بطن سے پیدا ہوئے اور دیگر رسولوں کی طرح وفات پائی اور دفن کئے گئے۔ مادی جسم روحانی آسمان پر زندہ نہیں جاسکتا بلکہ اس کی روح ہی جاتی ہے۔

صفحہ ۲۹ کے آخر میں مصنف لکھتے ہیں'' وہ علماء و مشائخ جو دین کو انتہائی سنگین اور بوجھل بناتے ہیں اور اصل دین کو بدل دیتے ہیں وہ دراصل دین کے دشمن ہوتے ہیں۔ وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ جو قوم اس دین کے اندر رہے وہ اس بھاری بوجھ کو پھینک کر بے دین ہو جائے اور دوسری اقوام بھی ایسے بھاری بوجھل اور سنگین دین سے متنفر ہو کر اس دین کی طرف مطلق رجوع نہ کریں،،

محترم علی احمد خان دانشمندی جالندھری بی اے (علیگ) قرآن مجید کا ترجمہ مع تفسیر القرآن بآیات القرآن انجمن تبلیغ القرآن، زمان پارک، سندر داس روڈ، کنال بینک لاہور نے شائع کیا ہے۔ مندرجہ بالا حوالہ اس کے دوسرے ایڈیشن سے لیا گیا ہے جو اپریل ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔

مترجم و مفسر کے تعارف میں ٹائٹل پیج پر لکھا ہے کہ یہ صاحب عربی و فارسی کے بہت بڑے عالم، اعلیٰ سائنس دان، فلاسفر اور مسلمانوں کے پہلے ٹیکنیکل انجینئر تھے۔ (اس قرآن مجید کا پہلا ٹائٹل تھا۔'' آسان قرآن معہ تفسیر القرآن بآیات القرآن'' جو ماڈل ٹاؤن ۸۶۔ ایچ بلاک لاہور سے شائع ہوا تھا۔)

(مرسلہ: ملک محمد سلیم صاحب لاہور)